UMAR MEDIA



اور جدائی، جدائی نہ رہی

دشمن سے نہیں، محافظ سے ڈر لگتا ہے

ملک میں "تبدیلی" کا واحد ذریعہ جہاد ہے

طالبان

مجلہ تحریک طالبان پاکستان
08
ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ بمطابق نومبر 2020

فہرست مضامین

اداریہ

پاکستان میں سیاسی بھونچال کا ہونا معمول سی بات ہے، یہاں حکومت اور اپوزیشن کی توتو میں میں، اسٹیبلیشمنٹ اور جمہوریت پسندوں کے شور وغل، جمہوری پارٹیوں کی آپسی رنجشیں، اسلام پسندوں کے نظریات کا اختلاف، مختلف مکاتب فکر کے ایک دوسرے کے خلاف بیانات اور ایک دوسرے کے خلاف جلسے جلوس میں باتیں کرنا عام بات ہے۔ لیکن "نئے پاکستان" کے بننے کے بعد ان سیاسی رنجشوں اور اختلافات میں ایک تو نمایاں اضافہ آیا تو دوسری طرف اس کی کیفیت بھی بدل گئی۔

ان سالوں میں کٹھ پتلی حکومت کے سوا تقریبا تمام سیاسی و مزاحمتی پارٹیاں اور تنظیمیں پاکستان پر مسلط ڈنڈہ بردار بدمعاشوں سے لڑ پڑیں اور انہیں وہ باتیں اور خبریں سننے کو ملیں جس کی یہ پانچ فیصد توقع بھی نہیں رکھتے تھے، انہیں کرپشن میں مورد الزام ٹھہرایا گیا، ان پر آمدن سے زائد اثاثہ جات کے کیسز میں ملوث ثابت کیا گیا، انہیں جلسے جلوسوں میں بے جا دخل اندازی پر مہتم کیا گیا اور اکی ویڈیوز شائع کی گئیں، انہیں ایک خالص جمہوری عمل "انتخابات" میں 'چور' کا لقب دیا گیا، ان پر ملک کی ٹھیک حفاظت نہ کرنے پر ملامت کیا گیا، ان کے ریٹائرڈ جرنیلوں کو ملازمتیں دینے پر اعتراضات ہوئے اور ان کی لائی گئی حکومت پر لعن وطعن کی بارشیں ہوئیں۔

حالانکہ فوج و اسٹبلیشمنٹ نے اپنی سی حکومت قائم کر کے ملک میں وہ کچھ کرنے کا سوچا جو یہ کرنا چاہتے تھے لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ سب الٹا ہو گیا اور یہ سب اُنہی کے چنے گئے وزراء نے کیا، ایک بھی اپنی مسؤلیت ٹھیک طرح سے ادا نہ کر سکا بلکہ سب اپنے وعدوں سے پیچھے ہٹتے رہے اور اپنی اپنی سیٹوں کو سنبھالنے سے قاصر نظر آئے جس سے ان کے مخالفین کو یہ دلیل ملی کہ یہ وزراء اپنی لیاقت و الیکشن سے نہیں بلکہ قرابت اور سلیکشن سے آئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج انکے مخالفین کے جلسوں میں لوگوں سمندر نظر آئے۔ اگرچہ مجاہدین کا اس سے کوئی سروکار نہیں ہمارے بالمشافہ دشمن کے سیاسی شکست سے خوشی فطری عمل ہے۔

اسی طرح احمد نورانی نامی ایک صحافی نے سابق فوجی ترجمان کے آمدن سے زائد اثاثہ جات اور درجنوں کمپنیوں پر مشتمل بیرون ملک کاروبار کے جو شواہد پیش کئے اور اس پر عاصم باجوہ کے جوابات کو جس طرح چیلنج کیا تو اس سے بھی فوجی طبقے میں ہلچل مچی اور انہیں اپنے کردار (جس کے بارے اب تمام پاکستانی جان چکے ہیں) پر لگے داغ کو مٹانے کیلئے صرف یہی نہیں کہ صحافی کی آواز کو دبادیا، بلکہ اسے ان آفیشل اکاؤنٹس سے دھمکیاں ملیں اور بجائے اس کے کہ بدنام زمانہ ادارہ نیب موصوف کو بلائے اور حسبِ معمول تحقیقات کرے، بے چارے ٹھس سے مس نہیں ہوئے اور بات صرف یہاں ختم نہیں جب شرم سے جھکی آنکھوں کے ساتھ اس نے (برائے نام) استعفیٰ نامہ لکھا تو اس پر جناب والا وزیر اعظم صاحب نے دستخط کرنے سے گریز کر دیا، لیکن دور تو فوج کی شرمندگی اٹھانے کا ہی چل رہا ہے تو یہاں بھی عوام اور بااثر شخصیات سمیت معروف صحافیوں نے سوال اٹھایا کہ اگر آپ نے خود کو گنہگار سمجھ کر استعفا ہی دینا ہے تو سی پیک کی سیٹ چھوڑدیں صرف وزارت اطلاعات سے ہی استعفا کیوں؟

بات یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ جب خیبر پختونخوا کے ہائیکورٹ کے جج "وقار احمد سیٹھ" کا ظاہراً کرونا وائرس سے انتقال ہوا لیکن ان کی اس طرح اچانک موت نے ایک مرتبہ پھر عوام کو فوج پر بدظن کر دیا اور مطالبہ کیا کہ پوسٹ مارٹم کر کے شفاف تحقیقات کرائی جائیں، اب کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اسی نوعیت کا واقعہ مولانا خادم حسین رضوی کے ساتھ پیش آیا جو حال ہی میں ایک دھرنے میں مصروف تھے اور وہ فوج کے خلاف کئی راز بھی اگلنے والے تھے۔ ان کی موت سے بھی عوام میں تشویش پائی گئی اور ایک بار پھر وہی مطالبہ ہوا کہ کیونکر وہی لوگ اچانک مر رہے ہیں جو فوج و اسٹبلیشمنٹ کو چیلنج کر رہے ہیں؟

ہم شروع سے ہی عوام پاکستان کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس فوج کو نہ ہی پاکستان میں امن سے کوئی سروکار ہے اور نہ ہی یہ ملک کو اس مقصد کیلئے لانا چاہتے ہیں جس کیلئے اسے حاصل کیا گیا بلکہ اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہی یہی فوج ہے اور یہ بات وہ اپنے اعمال سے کئی بار ثابت کر چکے ہیں۔ اسی لئے مجاہدین نے ان سے چھٹکارا پانے کیلئے اور اس طبقے سے وطن عزیز کو آزاد کرنے کیلئے مسلح اور سیاسی و تبلیغاتی جدوجہد کے راستے کو چنتا ہے۔





پاکستان کے مبارک جہادی محاذ پر مصروفِ عمل
مجاہدینِ اسلام کے نام

امیر تحریک طالبان پاکستان

مفتی ابو منصور عاصم حفظہ اللہ

کا پیغام

پاکستان کے مبارک جہادی محاذ پر مصروفِ عمل مجاہدینِ اسلام کے نام

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وأصحابہ أجمعین، أما بعد: فأعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم:

قال اللّٰہ سبحانہ وتعالی: [وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا] وقال تعالی: [وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِن بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ] وقال تعالی: [وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ]

وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "آمرکم بخمس: بالجماعۃ، والسمع، والطاعۃ، والھجرۃ، والجھاد فی سبیل اللّٰہ". وقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "والجماعۃ برکۃ، والفرقۃ عذاب".

جہادِ پاکستان کے مبارک محاذ پر دینِ الٰہی کے قیام کے لئے مصروفِ جہاد تحریک طالبان پاکستان اور دیگر جہادی مجموعات کے محترم و معزز مجاہد بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد:

محترم مجاہد ساتھیو: ارشادِ الٰہی کے تناظر میں ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہم سب پر اللہ سبحانہ و تعالی کے دین کے قیام کے لیے شرعی حدود میں رہ کر محنت کرنا فرض ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے: [اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ] اور یہ بھی ایک فطری اور بدیہی حقیقت ہے کہ دین کے قیام کے لیے طاقت اور قوت کا ہونا ضروری ہے اور طاقت و قوت، وحدت اور اتفاق کے بغیر ممکن نہیں، اور پھر دینی فرائض اور اعمال میں جہاد ایک اجتماعی فریضہ ہے، انتشار و افتراق کی صورت میں اس مبارک عمل کے ذریعے صحیح نتائج و اہداف تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ تاریخِ اسلام میں جب بھی یہ مبارک عمل کسی بھی محاذ پر متعدد صورت میں ادا کیا گیا ہے، تو دشمنانِ اسلام خاطر خواہ نقصان اٹھا چکے ہیں، اور اللہ سبحانہ و تعالی نے مسلمانوں پر فتوحات کے دروازے کھل دیے ہیں، اور جہاں بھی جہادی صف میں انتشار و افتراق آیا ہے نتیجتاً تحریکِ جہاد فتنے کا شکار ہوا ہے اور صحیح اہداف و مقاصد تک رسائی نہیں ملی ہے۔

عالمی سطح پر معاصر جہادی تحریک میں جس محاذ پر بھی مجاہدینِ اسلام ضعف اور مشکلات کے شکار ہو گئے اُس کی ایک بنیادی وجہ آپس میں افتراق و انتشار اور ایک ہی محاذ پر متعدد تنظیموں کا وجود تھا۔ معاصر جہادی تحریک میں الحمد للہ افغانستان کی اسلامی امارۃ (أعزّہا اللہ) فتح کامل کے بہت قریب ہے، اس کی ایک بنیادی وجہ امارت اسلامی کی مبارک صف کا ایک ہونا ہے۔

آپس میں وحدت، اتفاق اور صف کا ایک ہونا اہم معروف ہے، اور تعددِ تنظیمات (یعنی انتشار و افتراق) منکرات میں سے اہم منکر ہے، اس وجہ سے قرآن کریم میں اللہ سبحانہ و تعالی نے ہمیں شریعتِ الٰہی پر ایک ہونے کا حکم دیا ہے۔ اختلاف، افتراق اور انتشار سے اللہ سبحانہ و تعالی ہمیں منع فرمایا ہے، اللہ سبحانہ و تعالی نے افتراق و انتشار کے نقصانات واضح طور پر بیان کئے ہیں، اور ارشاد فرمایا ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے، اور فرمایا ہے کہ اختلاف کرنے والوں کے لئے بڑا عذاب ہے، اور روزِ قیامت ان کے چہرے کالے ہوں گے، اور فرماتے ہیں کہ اختلاف کرنے کی وجہ سے بزدل ہو جاؤ گے تمہارا رُعب و دبدبہ ختم ہو جائے گا۔

تو مسلمانوں کی ترقی و کامیابی کا راز ایک ہونے میں ہے اور مسلمانوں کے زوال اور ناکامی کا ایک اہم سبب افتراق و انتشار ہے، حدیث مبارکہ ہے: عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "إن اللّٰہ یرضی لکم ثلاثا، ویکرہ لکم ثلاثا، فیرضی لک: أن تعبدوہ، ولا تشرکوا بہ شیئا، وأن تعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا. ویکرہ لکم: قیل وقال، و کثرۃ السؤال وإضاعۃ المال".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہارے لئے تین کاموں کو پسند فرماتے ہیں: ایک یہ کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو، دوسرا یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، تیسرا یہ کہ تم متفق طور پر اللہ کی شریعت کو تھام لو، اور اللہ سبحانہ و تعالی تمہارے لئے تین کام ناپسند فرماتے ہیں: فضول باتیں (کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے وہ کہا) زیادہ سوالات

کرنا (یعنی بغیر ضرورت کے سوالات کرنا) اور مال ضائع کرنا۔

تو اس حدیث مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ وحدت اور اتفاق اللہ سبحانہ و تعالی کو پسند ہے ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "البركة فى ثلاثة: فى الجماعة، والثريد، والسحور". برکت تین چیزوں میں ہے: اتفاق میں، سرید میں، اور سحری میں۔ اور نبی علیہ السلام فرماتے ہیں: "عليكم بالجماعة، واياكم والفرقة، فإن الشيطان مع الواحد، وهو من الاثنين أبعد، ومن أراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة".

ترجمہ: تم پر اتفاق کرنا فرض ہے اور اپنے آپ کو افتراق سے بچاؤ، یقیناً شیطان اس آدمی کی ساتھ ہوتا ہے جو اکیلا ہوتا ہے، جب دو ہوں تو ان سے دور ہوتا ہے، اور جو آدمی چاہتا ہو کہ جنت کے درمیان میں رہائش پذیر ہو تو وہ جماعت کے ساتھ لازم رہے۔ (یعنی جماعت سے اختلاف کرتے ہوئے الگ نہ ہو)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اتفاق کرنا فرض ہے اور اختلاف کرنا حرام ہے اور اختلاف کرنے والے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور جو جماعت کے ساتھ متحد ہوتا ہے شیطان اُس سے دور ہوگا۔ اللہ سبحانہ و تعالی اُس بندے کو جنت کے وسط میں گھر دے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "وفساد ذات البين هي الحالقة". ترجمہ: آپس میں اختلاف کرنا ہی نیک اعمال کو مٹا دیتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں: "ما ضل قوم بعد هدى كانوا عليه إلا أوتوا الجدل".

ترجمہ: جب بھی ایک قوم ہدایت کے بعد گمراہ ہو جاتی ہے تو اسے اختلافات دیے جاتے ہیں۔ تو اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اپنے درمیان اختلاف اور جھگڑے کرنا گمراہی کی علامت اور صراط مستقیم سے ہٹ جانے کی دلیل ہے ۔ اور عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : لا يبلغ عبد حقيقة الإيمان حتى يدع المراء وهو محق والكذب فى المزاح.

ترجمہ: کوئی بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے، جب تک آپس کے اس جھگڑے کو بھی ترک نہ کرے جس میں وہ حق پر ہو اور جب تک مزاح میں بھی جھوٹ کو نہ چھوڑے۔

سوچنا چاہئے! کسی موضوع میں اگر کوئی حق بجانب ہو تو اس کو شرعاً و اخلاقاً اختلاف کرنے کا حق ہے، لیکن پھر بھی اختلاف کرنا اتنی منحوس چیز ہے کہ ایمان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی بندہ کسی اختلاف و افتراق میں حق بجانب بھی نہ ہو یا مشکوک صورت حال ہو تو اس کے ایمان کو کتنا نقصان پہنچتا ہوگا؟! اسی طرح ایک اور حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ولا تختلفوا فان من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا" آپس میں اختلاف نہ کیا کرو، کیوں کہ آپ سے پہلے لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا تھا تو ہلاک ہو گئے۔

معروف کرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : إذا أراد الله بعبد شرا أغلق الله عليه باب العمل وفتح عليه باب الجدل.

ترجمہ: جب اللہ سبحانہ و تعالی کسی بندے کے لیے شر کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس پر عمل و کردار کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور اس پر اختلافات کا دروازہ کھل دیتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: المراء فى العلم يقسى القلب يورث الضغائن. علم میں جھگڑے اور مناظرے کرنا دل میں قساوت (سختی) پیدا کر دیتا ہے اور انسان کے اندر کینے اور بُغض کو جنم دیتا ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اتفاق اور وحدت کو اہل السنۃ والجماعۃ حق اور صواب کہتے ہیں اور اختلاف و تفرق اہل السنۃ کے نزدیک گمراہی اور عذاب ہے ، ونرى الجماعة حقا و صوابا، والفرقة زيغاً وعذاباً.

ترجمہ: ہم (یعنی اہل السنۃ) وحدت اور ایک ہونے کو حق اور صحیح سمجھتے ہیں اور تفرق و اختلاف کو گمراہی اور عذاب سمجھتے ہیں ۔

امام بغوی رحمہ اللہ سورۃ شوری کی اس آیت کریمۃ [اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيه] کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ سبحانہ و تعالی نے اس لئے بھیجا تھا کہ دین قائم کرلیں اور مسلمان کی صف ایک ہو اور ایک کلمے پر جمع ہوں اور آپس میں اختلاف اور تفرق کو

چھوڑ دیں: **بعث اللّٰہ الأنبیاء کلهم بإقامة الدین والألفة والجماعة وترک الفرقة والمخالفة۔**

ترجمہ: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام اس لئے مبعوث فرمایا تھا تاکہ دین قائم کرلیں اور مسلمانوں کے درمیان الفت و محبت ہو اور وہ ایک جماعت ہوں اور آپس میں افتراق و اختلاف چھوڑ دیں۔

تو جہادی صف کا ایک ہونا تحریکِ جہاد کی کامیابی کے لیے روح کی حیثیت رکھتی ہے، اس وجہ سے تحریک طالبان پاکستان نے یہ پالیسی تشکیل دی ہے کہ جس طرح ممکن ہو افہام و تفہیم کے ذریعے جہادِ پاکستان کے مبارک محاذ پر تفرّق اور تحزّب کا سلسلہ ختم ہو جائے اور اس مبارک اور اہم محاذ پر مجاہدینِ اسلام ایک صف اور ایک جماعت ہوں۔ اور الحمد للہ اس مبارک پالیسی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں کامیابیاں دیں۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ مستقبل قریب میں مزید کامیابیاں عطا فرمائے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ صرف پاکستان نہیں، بلکہ تمام دنیا کے جہادی محاذوں کی کامیابی، بقا اور فتح، متعدد تنظیمات اور مجموعات کو ختم کر کے ایک جماعت ہونے پر موقوف ہے۔

تو تمام مجاہدین کو یہی وصیت کرتے ہیں کہ اس مبارک اور اہم موضوع کی طرف زیادہ توجہ دیں، اور ایسے افعال و کردار سے اپنے آپ کو بچائیں جو کہ مجاہدینِ اسلام کے اندر اختلاف، افتراق، بُعد اور فاصلوں کا سبب بنتے ہوں۔ ہر ایک مجاہد اس موضوع میں اپنی استعداد، صلاحیت اور کردار ادا کرے، اور اس کو اپنی جہادی مسئولیت سمجھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آپس کے اختلافات کا ختم کرانا اور جوڑ و اصلاح کے لئے کام کرنا نفلی روزوں، صدقوں اور نفلی نمازوں سے زیادہ افضل ہے:

"ألا أخبرکم بأفضل من درجة الصیام والصدقة والصلاة؟ قال: قلنا: بلی، قال: إصلاح ذات البین"۔

والسلام

ابو منصور عاصم محمود حفظہ اللہ

مسئول تحریک طالبان پاکستان

۲۶ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کی فضیلت

عن خالد بن معدان قال: سمعت أبا أمامة و جبیر بن نُفیر یقولان: یأتي علی الناس زمان أفضل الجهاد الرباط، فقلت: وما ذالک؟ قال: إذا انطاط الغزو وکثرت العزائم واستحلّت الغنائم فأفضل الجهاد یومئذ الرباط.

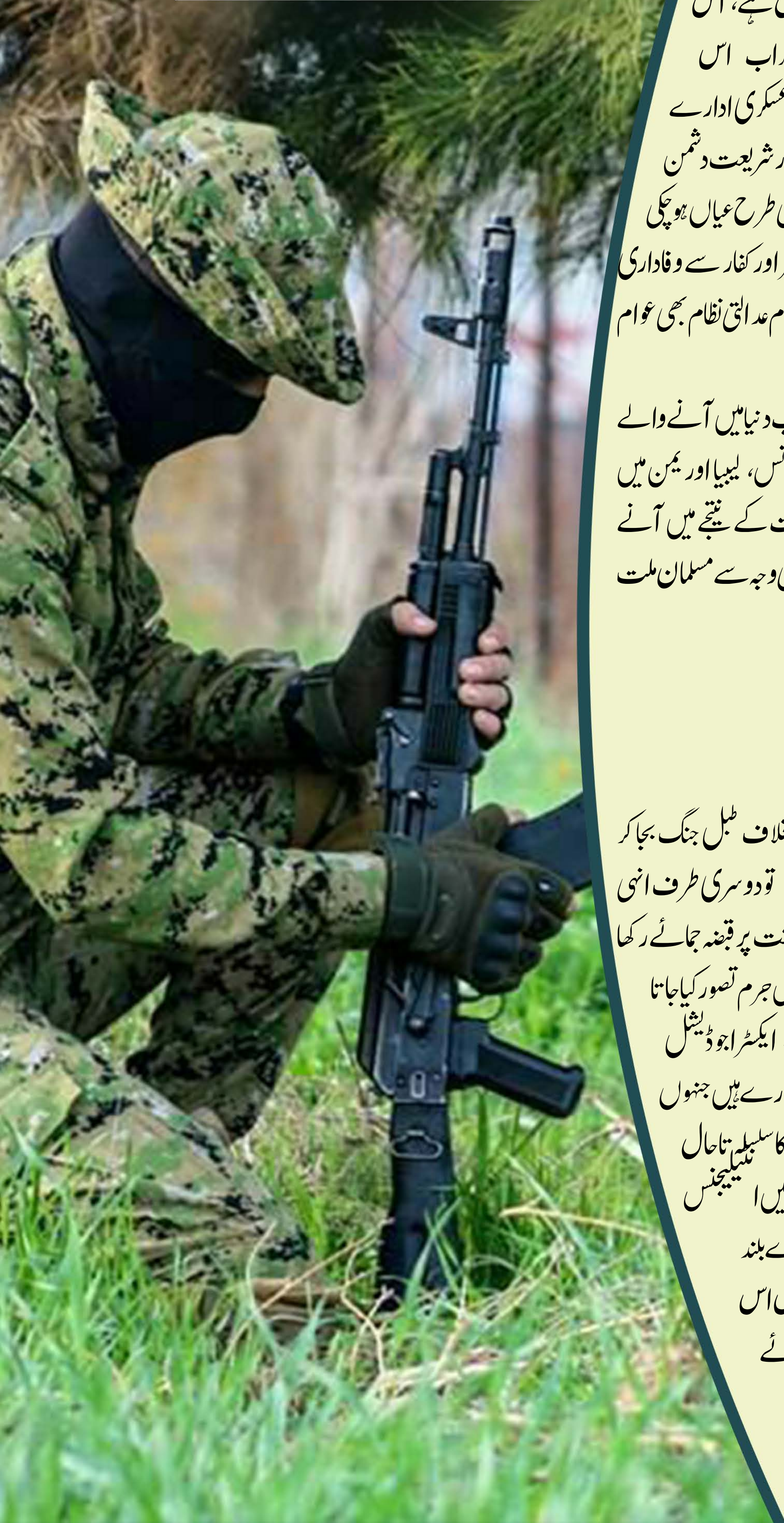
{مصنف ابن أبي شیبة}

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو امامہ اور حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جس میں افضل جہاد سرحدوں کی نگرانی و پاسبانی کرنا ہوگا، میں نے عرض کیا کہ یہ کب ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب غزوہ اور جہاد کا سفر دور دراز ہو جائے گا اور خیانتوں کی کثرت ہو جائے گی اور غنیمت کے مالوں کو حلال سمجھ لیا جائے گا تو اس وقت میں افضل جہاد سرحدوں کی نگرانی و چوکیداری کرنا ہوگا۔

ملک میں "تبدیلی" کا واحد ذریعہ جہاد ہے

مفتی مزاحم حفظہ اللہ

نائب امیر تحریک طالبان پاکستان



پچھلے 70 سالوں سے فرنگی نظام کے سائے تلے پسے رہنے والے مسلمانانِ پاکستان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے، موجودہ حالات میں نظام کی تبدیلی کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے " قبائل میں مسلمانوں کی نسل کشی کا سلسلہ جاری ہے اور بلوچستان کی صحراؤں میں بوری بند لاشیں ملنا روز کا معمول ہے، اس ملک میں اسلامی شرعی نظام کا نفاذ پہلے بھی ہونا چاہئے تھا مگر اب اس کا نافذ کرنا ناگزیر ہوچکا ہے، ملک کی کسی بھی سیاسی پارٹی یا عسکری ادارے پر عوام کا اعتماد نہ ہونے کے برابر ہے، سیاست دانوں اور شریعت دشمن افوج کی ملک سے غداری اور ایمان فروشی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوچکی ہے، فوج اور حکمران ٹولے کی عیش و عشرت، ظلم و جبر اور کفار سے وفاداری کے تمام شواہد عوام کے سامنے ہیں اور پاکستان کا برائے نام عدالتی نظام بھی عوام کو انصاف دینے میں ناکام ہوچکا ہے"۔

پاکستان میں اٹھنے والی صدائے انقلاب عرب دنیا میں آنے والے باغیانہ انقلاب کا تسلسل ہے، جس انقلاب نے مصر، تیونس، لیبیا اور یمن میں حکمرانوں کا تختہ الٹ دیا تھا، مگر المیہ یہ ہے کہ ان انقلابات کے نتیجے میں آنے والی حکومتیں بھی مسلمانوں سے وفادار نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے مسلمان ملت مایوسی کا شکار ہوجاتا ہے !۔

پاکستان کے غیور مسلمانو!۔

وطنِ عزیز پاکستان میں ایک طرف مسلمانانِ پاکستان کیخلاف طبل جنگ بجا کر پاکستانی شریعت دشمن افواج نے مسلمانوں کا قتل عام کیا تو دوسری طرف انہی ظالم افواج اور حکمران ٹولے نے مسلمانوں کی کمزور معیشت پر قبضہ جمائے رکھا ہے، اسلامی احکامات کے مطابق زندگی گزارنا اس ملک میں جرم تصور کیا جاتا ہے۔ ملک میں بدامنی، ایمان فروشی، بے حیائی، کرپشن، ایکسٹرا جوڈیشل کیلنگز اور جبری گمشدگیوں کے ذمہ دار یہی سیکیورٹی ادارے ہیں جنہوں نے سرزمینِ پاکستان پر بیش بہا جنگی جرائم کئے ہیں جس کا سلسلہ تاحال جاری ہے، انہی غیر شرعی اور ذاتی مفادات کی خاطر ملک میں انٹیلیجنس اداروں کی ایماء پر سیاست کے میدان میں رنگین نعرے بلند کئے گئے جس سے مسلمانان پاکستان کو دھوکہ دیا گیا، افسوس اس بات پر ہے کہ قوم نے عقل و تدبر کے بجائے انہی برائے نام باطل نعروں سے انقلاب کا راستہ ڈھونڈا

اور یوں اسی نظام کی وجہ سے ملک میں عوام کا جینا حرام ہوا

موجودہ حالات میں ہر ذی شعور شخص کو غور وفکر کرنی چاہئے کہ ان حالات کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ یہ حالات ہر پاکستانی شہری کیلئے امتحان ہیں کہ وہ اس جنگ میں جمہوریت کا ساتھ دے گا یا شریعت الٰہی کا؟ سودی نظام معیشت کا ساتھ دے گا یا شرعی نظام اقتصاد کا؟ ظلم وجبر کا ساتھ دے گا یا عدل وانصاف کا؟

جرائم وبدامنی کا ساتھ دے گا یا امن وخوشحالی کا؟ طاغوتی نظام کا ساتھ دے گا یا شرعی قضاء کا؟ فحاشی وبے حیائی کا ساتھ دیے گا یا حدود شریعت کا؟ محراب ومنبر کا ساتھ دے گا یا پارلیمنٹ وسینٹ کا؟

مملکت پاکستان کے غیور مسلمانو!

اس ملک کے قیام کا مقصد کلمہ "لا اله الا الله" کا نفاذ تھا، مسلمانانِ برصغیر کی داستانِ ایمان وہجرت کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، برصغیر کے مسلمانوں نے ایک الگ ریاست کا مطالبہ اس لئے کیا تھا کہ وہ اپنے لئے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیں جس میں اسلامی احکامات کے مطابق آزاد زندگی بسر کریں، مگر افسوس کہ ابتداء سے لیکر آج تک فرنگیوں کے پجاریوں نے ان قربانیوں کے ساتھ غدر وخیانت کی ہے، یہ ایک نازک دور ہے کہ اس دور میں مسلمانانِ پاکستان نے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا ہے جس کیلئے عقل اور فہم وفراست کی انتہائی ضرورت ہے

محترم پاکستانیو!

نظریہ پاکستان کی بقا کا راستہ صرف اور صرف جہاد فی سبیل اللہ ہے وہ یہ کہ اسلامی شریعت کے حدود میں رہ کر پاکستان میں مسلح جد وجہد کا راستہ اختیار کیا جائے، پچھلے 70 سالوں سے اسلامی نظام کے نفاذ کا کوئی اور طریقہ باقی نہ رہا اس ملک میں "اسلامی جمہوریت" کے سائے تلے نظام کی تبدیلی ناممکن ہے، اس مفکورے کو اسلاف نے بھی رد کیا ہے کہ اسلامی جمہوریت اسلام کی ضد ہے

علامہ سید سلیمان ندوی رح نے فرمایا تھا کہ:

جمہوریت اور جمہوری عمل کا اسلام اور خلافت اسلامیہ سے کیا تعلق؟ موجودہ جمہوریت تو سترویں صدی کے بعد پیدا ہوئی، یونانی جمہوریت بھی موجودہ جمہوریت سے الگ تھی لہذا اسلامی جمہوریت ایک بے معنی اصطلاح ہے ہمیں تو اسلام میں کہیں بھی مغربی جمہوریت نظر نہیں آئی اور اسلامی جمہوریت تو کوئی چیز ہے ہی نہیں۔

{ماہنامہ سنابل کراچی مئی ۲۰۱۳ء جلد نمبر ۸ شمارا ۱۱}

مسلمانان پاکستان!

نظریہ پاکستان کی بقا کیلئے پاکستان میں تحریک طالبان پاکستان وہ واحد تحریک ہے جس نے اسی نظریئے کی بقا کیلئے بیش بہا قربانیاں دی ہیں اور یہی امیدوں کا وہ محور ہے جس سے تبدیلی ممکن نہیں بلکہ یقینی ہے۔ تو مسلمانان پاکستان کی خدمت میں عرض ہے کہ اس نازک صورتحال میں بجائے اس کے کہ قوم نظام جمہوریت کے سائے انقلاب کا راستہ تکتی رہے، انہیں چاہئے کہ اسلام کا پرچم تھامے رکھیں اور شرعی نظام کے نفاذ کا عزم لیکر اٹھیں، پاکستان کے ہر شہری پر انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر فرض ہے کہ وہ اس مشن کو پورا کریں کیونکہ یہ زمین اللہ کی ہے اور اس پر قانون بھی اللہ کا چلے گا، باقی سب قوانین باطل ہیں جو ہمیں منظور نہیں۔ پاکستان اسلام اور مسلمانوں کی سرزمین ہے اور اللہ کی مدد ونصرت سے اس ملک پر نظام بھی اسلام کا نافذ ہو کر رہے گا۔ ان شاء اللہ



سلطان العلماء

SULTAN UL ULAMA

دوسرا حصہ

تالیف: الشیخ گل محمد حفظہ اللہ

الحمد للّٰه رب العٰلمين والصلاه والسلام على خاتم الانبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى أله وصحبه ومن اقتفى أثره الى يوم الدين

اما بعد: فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيکَ مِن اَنبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِه فُؤَادَکَ وَجَآءَکَ فِيْ هذهِ الحَقُّ وَمَوعِظَةٌ وَّذِكرٰى لِلمُؤمِنِينَ الهود: 120}

وقال تعالى:لَقَد كَانَ فِيْ قَصَصِهِم عِبرَةٌ لِّأُولِى الأَلبَابِ {يوسف:111}

وقال تعالى: فَاقصُصِ القَصَصَ لَعَلَّهُم يَتَفَكَّرُونَ {الاعراف:176}

نفس کی تربیت اور پرورش میں قصوں اور واقعات کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ لوگوں کے سامنے واقعات بیان کرو۔ قرآن کریم ان قصوں کے فوائد بھی بیان کرتا ہے، جیسا کہ اوپر مذکورہ آیات میں چھ فائدے بیان کئے گئے ہیں۔

قصوں اور واقعات کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ لوگ انہیں شوق سے سنتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم یہاں ایک مشہور عالمِ دین شیخ عزالدین بن عبد السلام کی سیرت اور حالات مختصر طور پر بیان کریں گے۔

تعارف:

آپ کا نام عبد العزیز بن عبد السلام ہے اور عزالدین بن عبد السلام سے مشہور ہیں۔ آپ عزالدین، شیخ الاسلام اور بائع الامراء کے القاب سے بھی مشہور ہیں اور آپ کے مشہور شاگرد ابن دقیق العید نے اپنے استاذ کو سلطان العلماء کا لقب دیا تھا۔

شیخ کے دور کے سیاسی حالات:

شیخ کی پیدائش دمشق میں 577ھ میں ہوئی۔ آپ شام میں رہتے تھے، پھر وہاں سے مصر چلے گئے اور وہاں بنو ایوب کی حکومت تک وقت گزارا۔ یہ ایک مضبوط حکومت تھی جسے صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے قائم کیا تھا، لیکن بعد میں یہ حکومت بہت کمزور ہوگئی، کیوں کہ اس کے امراء کے اندر بادشاہی کا شوق پیدا ہو گیا تھا، چناں چہ انہوں نے آپس میں جنگیں شروع کر دیں، یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے صلیبیوں سے اتحاد بھی کر لیا

تھا، خود کو اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں سے جنگوں میں مصروف کیا ہوا تھا، آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے ایک عورت کو اپنا حاکم بنالیا، اسلامی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ جب مسلمانوں پر کوئی عورت حاکم بنی۔ اس عورت کا نام "شجرۃ الدار" تھا۔ جب اس کا شوہر فوت ہوا تو اس نے یہ خبر چھپا کر رکھی اور اس کی جگہ ایک شخص کو مقرر کر دیا جو کہ برائے نام حکومت چلاتا اور حقیقت میں تمام اختیارات اس کے اپنے ہاتھ میں تھے۔ تین مہینے اسی طرح حکومت چلتی رہی لیکن آخر کار لوگوں نے مخالفت کر دی تو اس نے حکومت چھوڑ دی۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی عمر 83 سال تھی، اس دور میں بہت سے سیاسی واقعات نزدیک وقت میں گزرے تھے، صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے 583ھ میں صلیبیوں سے بیت المقدس واپس لیا تھا۔ اسی طرح بعض صلیبی حملے فلسطین اور مصر پر ہوئے تھے۔ اسی طرح بغداد میں خلافتِ اسلامیہ پر تاتاری حملے ہوئے تھے، جس میں بہت سے اسلامی شہر تباہ ہوگئے تھے، مصر کے بادشاہ سیف الدین قطز کی قیادت میں "عین جالوت" کے مقام پر تاتاریوں کو شکست ہوئی تھی۔ اسی طرح صلاح الدین ایوبی کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں نے قوی ایوبی حکومت کو مختلف حکومتوں میں تقسیم کر دیا تھا، جیسا کہ ایک حکومت مصر میں تھی، ایک دمشق میں، ایک حلب میں، ایک حماہ میں، ایک حمص میں، ایک مابین النہرین میں تھی، پھر ان سب میں ایک دوسرے کے لئے بغض وکینہ تھا اور وہ ایک دوسرے کے خلاف منصوبے بناتے رہتے، حالاں کہ ان کے مقابلے میں صلیبی اور تاتاری بھی موجود تھے، یہاں تک کہ اسماعیل بادشاہ نے مصر کے بادشاہ ایوب کے خلاف صلیبیوں سے صلح کرلی تھی، یہ واقعہ آئندہ تفصیلاً ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

شیخ کی امتیازی صفت:

جرأت وبہادری، شیخ عز بن عبد السلام کی بہت سی امتیازی صفات تھیں البتہ ان کی سب سے امتیازی صفت جرءت اور بہادری تھی، جس کی وجہ سے ان میں حق گوئی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت زیادہ تھا۔ وہ منکرات کا کھل کر رد کرتے، امراء اور بادشاہوں میں جو منکرات ہوتے، وہ اس پر کھل کر رد کرتے، وہ "ولا یخاف لومۃ لائم" کا مصداق تھے۔

واضح رد کے فائدے:

ہونا بھی یہی چاہئے کہ واضح منکرات کا واضح رد کیا جائے، کیونکہ اس کے بہت سے فوائد ہیں:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ عالم معذور سمجھا جاتا ہے کہ فلاں عالم نے اس گناہ کا رد کیا تھا لیکن لوگوں نے نہیں مانا، اور اگر ایسا نہ کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ مداہن اور منافق ہے، حق نہیں بیان کرتا اور پھر اللہ تعالی کے سامنے بھی عذر نہیں پیش کیا جاسکتا۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ بھی اس منکر سے رک جاتے ہیں، جیسا کہ جو نیک لوگ "اصحاب السبت" کو ان کے گناہ سے روکتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ "معذرة إلى ربكم ولعلهم ينتهون"

تیسرا یہ ہے کہ جو عالم منکرات کا رد کرتا ہے تو نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت اور مقبولیت پیدا ہوتی ہے، لوگ اس کے پاس جمع ہوتے ہیں اور اللہ تعالی اسے اپنے اس قول کا مصداق بنادیتے ہیں کہ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ دوسرے لوگوں میں بھی منکرات کے رد کی جرأت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر عالم رد نہ کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں عالم ہے، جب وہ رد نہیں کرتا تو میں کیوں مخالفت کروں۔

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اس سے حق واضح ہوجاتا ہے، کیونکہ جب عالم حق بیان نہ کرے تو حق کیسے واضح ہوگا، جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ فمتی يتبين الحق (حق کب واضح ہوگا؟)

ان فوائد کی وجہ سے شیخ عزالدین بن عبد السلام رحمہ اللہ میں حق گوئی اور منکرات کا رد بہت زیادہ تھا، جس کی وجہ سے وہ خطرات اور اور مشکلات کا سامنا بھی کرتے۔ جب کوئی شخص حق پرستی اور منکرات کے رد کا دعویٰ کرے اور مشکلات کا سامنانہ کرے تو اس کا دعویٰ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ ایک فوجی اور مجاہد خطرات اور مشکلات کا سامنانہ کرے تو یہ فوجی اور مجاہد نہیں ہے، اسے چاہئے کہ فوجی اور مجاہد کا لباس اور وردی نہ پہنے۔

شیخ عزالدین رحمہ اللہ کی جرأت اور حق گوئی کی مثالیں:

صالح اسماعیل بادشاہ کے سو کوڑوں کا واقعہ، جب شیخ عزالدین دمشق میں تھے تو وہاں اس وقت بنو ایوب میں سے صالح اسماعیل حاکم تھا۔ اس نے شیخ صاحب کو اموی جامع مسجد کی خطابت حوالے کی تھی۔ کچھ وقت بعد اس بادشاہ نے نصرانی صلیبیوں سے تحالف اور اتحاد کرلیا، اور اس اتحاد اور تحالف میں ان کو بعض قلعے اور شہر حوالے کر دیئے، اس شرط پر کہ اس کے بدل میں صلیبی، صالح ایوب کے مقابلے میں اس کی مدد کریں گے۔

(ایوب، اسماعیل کا بھتیجا تھا) یہ واقعہ 638ھ کا ہے کہ جب صلیبی دمشق میں داخل ہوئے تھے۔ دوسری بات یہ کہ اسماعیل بادشاہ نے صلیبیوں کو یہ اجازت بھی دے دی تھی کہ وہ مصر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے دمشق میں اسلحہ بھی خرید سکتے ہیں۔ شیخ صاحب نے منبر پر تقریر کے دوران اس اتحاد کا سختی سے رد کیا اور خطبے میں بادشاہ کے لئے دعاء کو چھوڑ کر آخر میں یہ دعاء کی:

أللهم أبرم لهذه الأمة أمرا رشدا تعز فيه وليك وتذل فيه عدوك ويؤمر فيه بالمعروف وينهي عن المنكر

ترجمہ: یااللہ اس امت کی حالت کو ایسا صحیح فرمادے کہ جس میں آپ کے دوست عزت دار ہوں اور آپ کے دشمن ذلیل ہوں اور جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جاتا ہو۔

اور پھر منبر سے نیچے اتر آئے۔ اس پر بادشاہ بہت غضبناک ہوا اور انہیں خطابت سے معزول کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اس سے ملک میں حالات خراب ہوگئے۔ بادشاہ نے شیخ کو جیل سے تو نکال دیا لیکن خطبے کی پابندی برقرار رکھی۔ اس سے قبل ان سے یہ استفتاء کیا گیا تھا کہ فرنگیوں کو اسلحہ بیچنا کیسا ہے تو شیخ صاحب نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ ان کو اسلحہ بیچنا حرام ہے۔ کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ اسلحہ اس لئے خریدتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے تمہارے مسلمان بھائیوں سے جنگ کریں۔ بعض دیگر علماء نے بھی اسماعیل بادشاہ پر رد کیا۔ ان علماء میں سے ایک ابن حاجب مالکی رحمہ اللہ بھی تھے۔ انہوں نے بھی بادشاہ پر سخت رد کیا۔ چنانچہ انہیں بھی بادشاہ نے کچھ عرصہ جیل میں ڈال دیا اور پھر آزاد کر کے گھر میں نظر بند کر دیا۔

{البدایۃ والنہایۃ ص:251 ج:17}

اس کے بعد شیخ دمشق سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوگئے، اتفاقاً اس وقت اسماعیل بادشاہ بھی اسی طرف جا رہا تھا اور راستے میں بیت المقدس کے نزدیک اس کی نصاریٰ کی قیادت سے ملاقات طے تھی۔ بادشاہ نے اپنے ایک خاص رازدار سے کہا کہ شیخ صاحب کے پاس جاؤ اور انہیں بہت نرمی سے یہ بات کہو کہ میرے پاس آجائیں اور آکر مجھ سے معافی مانگ لیں، اپنے عہدے پر واپس آجائیں اور کام شروع کر دیں، اور اگر بات نہ مانیں تو انہیں میرے خیمے کے نزدیک ایک خیمے میں بند کر دو۔ وہ شخص شیخ صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ کوئی مسئلہ نہیں ہے، آپ صرف بادشاہ کے پاس چلیں اور ان کا ہاتھ چوم لیں اور اپنا کام شروع کر دیں۔

اس کی بات سن کر شیخ صاحب مسکرائے اور فرمایا:

"والله ما أرضي أن يقبل الملك يدي فضلا عن أن أقبل يده"

ترجمہ: اللہ کی قسم! مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ بادشاہ میرا ہاتھ چومے، چہ جائے کہ میں بادشاہ کا ہاتھ چوموں۔"

اور فرمایا: **"أنا في واد وأنتم في واد آخر"** یعنی میں ایک وادی میں ہوں اور تم دوسری وادی میں ہو۔

یعنی میری سوچ اور ہے اور تمہاری سوچ اور ہے۔

"الحمد لله الذي عافاني مما ابتلاكم به"

ترجمہ: تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے اس سے بچا کر رکھا جس میں تمہیں پھنسایا۔

انہوں نے شیخ صاحب کو گرفتار کیا اور ایک خیمے میں بند کر دیا، شیخ صاحب اس خیمے میں ذکر و عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور بادشاہ آپ کی تلاوت سنتا۔ ایک دفعہ بادشاہ کی نصرانی صلیبیوں سے ملاقات تھی اور وہ ایک ایسی جگہ بیٹھے تھے کہ وہ شیخ کی تلاوت سن رہے تھے۔ بادشاہ نے فرنگیوں سے کہا کہ **"هل تسمعون هذا الذي يقرأ"** (کیا تم سن رہے ہو جو یہ پڑھ رہا ہے؟)۔ انہوں نے کہا کہ ہاں، بادشاہ نے کہا کہ **"هذا أكبر قساوسة المسلمين"** (یہ مسلمانوں کا بڑا عالم ہے)۔ اس کو میں نے اس وجہ سے قید کیا ہے کہ یہ ہمارے تم سے اتحاد کرنے، بعض قلعے تمہارے حوالے کرنے اور مصریوں کے خلاف جنگ میں تم سے اتفاق کرنے پر اعتراض کرتا تھا۔ میں نے اسے خطابت اور اپنے عہدے سے بھی معزول کر دیا ہے۔ نصرانیوں نے اسے یہ جواب دیا:

لو كان هذا القسيس عندنا لغسلنا رجليه وشربنا مرقته

ترجمہ: اگر یہ عالم ہمارے ہاں ہوتا تو ہم اس کے پاؤں دھوتے اور اس کا پانی پیتے۔ {طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی ص:۲۴۳، ج:۸}

اس سے بادشاہ بہت ذلیل ہوگیا۔ اس کے بعد مصر والوں نے حملہ کیا اور اور بادشاہ اور اس کے اتحادیوں پر غلبہ پایا اور شیخ بھی جیل سے آزاد ہوگئے۔

مذکورہ واقعے کی عبرتیں اور فوائد:

مسلمانوں کے خلاف کفار سے اتحاد کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اس کا رد بہت سختی سے کرنا چاہئے، جیسا کہ شیخ عزالدین اور شیخ ابن حاجب رحمھما اللہ نے کیا۔ آج کل برائے نام اسلامی ممالک مجاہدین کے خلاف امریکہ اور دیگر کفری ممالک سے اتحاد کرتے ہیں اور پاکستان تو اس پر فخر کرتا ہے کہ ہم

امریکہ کے صف اول کے اتحادی ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر علماء کو چاہئے کہ خطرات، جیل اور دیگر مشکلات برداشت کرنے کے لیے تیار رہیں۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ایسے موقع پر جن علماء نے مشکلات اور خطرات برداشت کیں تو وہ دوسرے لوگوں کے لئے نمونہ اور مثال بنے اور ان کا نام، نشان اور تاریخ زندہ رہتی ہے، جیسا کہ شیخ عزالدین رحمہ اللہ۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر برائے نام اسلامی حکمران کفار کو خوش کرنے کے لئے کبھی کبھی بعض حق پرست علماء کرام کو شہید بھی کرتے ہیں، کبھی قید کر دیتے ہیں، جیسا کہ اسماعیل بادشاہ نے شیخ عزالدین کو فرنگیوں کی خوشی کی خاطر گرفتار کر کے قید کر دیا تھا۔ آج کل پاکستان نے بھی امریکہ کی خوشی کی خاطر بے شمار علماء ومجاہدین کو قید اور شہید کیا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار اور دیگر ادیان اور مذاہب والوں کے نزدیک اپنے بڑے اور ہیرو کی بہت قدر ہوتی ہے لیکن بعض نام نہاد مسلمانوں کے دل میں اپنے پیشواؤں کی قدر نہیں ہوتی، جیسا کہ اس فرنگی نے اقرار کیا کہ اگر ایسا عالم ہم میں ہوتا تو ہم اس کے پاؤں دھو کر اس کا پانی پیتے۔

ایک دفعہ شام کا ایک امیر شیخ عزالدین پر غصہ ہو گیا، ان کے درس پر پابندی لگا دی اور انہیں گھر میں نظر بند کر دیا۔ اس زمانے کے ایک بڑے فقیہ حنفی عالم "جمال الدین الحصیری" اس حاکم کے پاس گئے اور اس سے کہا:

لوكان العز بن عبد السلام في الهند أو في اقصى الدنيا لكان جديرا بک أن تسعي في أن يحضر اليک فإنه شرف لک أن تملک أمة فيها مثل العز بن عبد السلام فينبغي أن تسترضيه

ترجمہ: اگر عزبن عبد السلام ہند یا دنیا کے کسی دوسرے کونے میں ہوتے تو تمہارے یہ لائق تھا کہ تم انہیں اپنے پاس لانے کی کوشش کرتے، کیوں کہ یہ تمہارے لئے عزت وشرف کا باعث ہے کہ تم ایک ایسی قوم کے حاکم ہو کہ جس میں عزبن عبد السلام کے جیسا شخص ہے، تمہیں چاہئے کہ تم انہیں راضی کرو۔

چناں چہ حاکم نے شیخ صاحب کو راضی کیا اور انہیں اچھی مسؤولیت دی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق پرست اور باطل پرست لوگوں کی سوچوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ حق پرستوں کی سوچ اللہ تعالی کی رضا اور اللہ تعالی کے دین کی بالا دستی ہوتی ہے، دنیا کے مرتبوں کی قربانی دینا اور لوگوں کی تعریف اور برائی کی پرواہ نہ کرنا ہوتی ہے، جبکہ باطل پرستوں کی سوچ مخلوق کی رضا اور دنیا کے مرتبے اور دنیا جمع کرنا اور لوگوں کی تعریفیں حاصل کرنا ہوتا ہے۔

شیخ عزالدین رحمہ اللہ نے کہا کہ **"أنا في واد و أنتم في واد" "الحمد للّٰه الذي عافاني مما ابتلاكم به"** اس جملے سے شیخ رحمہ اللہ کا زہد فی الدنیا کا پتہ چلتا ہے۔

دوسری مثال:

مصر کے بادشاہ ایوب کا واقعہ، شیخ عزالدین بن عبد السلام رحمہ اللہ مصر چلے گئے تھے۔ مصر کے بادشاہ نجم الدین ایوب نے ان کا بہت اچھا استقبال کیا اور انہیں بڑا عہدہ دیا۔ ایوب بادشاہ بہت ہی نیک آدمی تھے لیکن بہت سخت تھے، ان کا رعب بھی بہت زیادہ تھا، کوئی ان سے بات کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ عید کے دن وہ قافلے کی شکل میں قاہرہ کے راستوں میں گشت کر رہے تھے، راستے کے اطراف میں پولیس ہاتھوں میں تلوار لئے کھڑی تھی اور امراء ان کے سامنے زمین کو بوسے دے رہے تھے جو ان کا ایک غلط رواج تھا۔ اس وقت شیخ عزالدین رحمہ اللہ نے آواز دی

"یا ایوب!"

بادشاہ حیران ہو گیا کہ یہ کون ہے جو مجھے بغیر کسی لقب کے نام سے پکار رہا ہے۔

پھر اس شخص نے کہا:

ماحجتک عند اللہ عزوجل غدا إن قال لک الم ابوئک ملک مصر فابحت الخمور

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ کے ہاں تمہاری کیا دلیل ہوگی جب اللہ تعالی تم سے پوچھیں گے کہ میں نے تمہیں مصر کی بادشاہی دی تھی اور تم نے اس میں شراب مباح کر دی تھی۔

اس نے کہا کہ کیا حقیقت میں مصر میں ایسا ہے؟ شیخ نے کہا کہ ہاں فلاں فلاں جگہ ایسی دکان ہے کہ جس میں شراب بھی بکتی ہے اور دوسرے منکرات بھی ہوتے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ میں نے نہیں بنائی بلکہ یہ تو میرے والد کے وقت سے ہے۔ شیخ صاحب نے کہا کہ تم انہی لوگوں میں سے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ **"إِنَّا وَجَدنَآ أَبَآءَنَا عَلى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلى أٰثرِهِم مُّهْتَدُونَ {الزخرف:22}**

ترجمہ: ہم نے اپنے آباء کو ایک کام کرتے دیکھا تو ہم انہیں کے نقش قدم

پر چل رہے ہیں۔
بادشاہ نے کہا:
میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اور حکم دیا کہ وہ دکان فوراً ختم کر دی جائے اور مصر میں شراب کے بیچنے پر پابندی لگادی۔

شیخ صاحب کے ایک شاگرد "باجی" نے شیخ سے اس واقعے کے بارے میں پوچھا تو شیخ صاحب نے کہا کہ بادشاہ بہت عظمت اور تکبر میں تھا تو میں نے اسے اس لئے ذلیل کیا تا کہ تکبر کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائے۔ شاگرد نے کہا کہ آپ کو اس سے ڈر نہیں لگا، تو شیخ نے جواب دیا:

لا، واللّٰه يا بني استحضرت عظمة اللّٰه عزوجل وهيبته فرأيت السلطان أمامي كالقط

ترجمہ: اللہ کی قسم! میں نے اللہ عزوجل کی ہیبت کو اپنے سامنے کیا تو بادشاہ مجھے اپنے سامنے ایک بلی کی مانند لگنے لگا۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ص:211 ج:8)

فوائد:

اس واقعے میں بھی بہت سی عبرتیں اور فوائد ہیں:
ایک یہ کہ شیخ صاحب میں جرأت بہت زیادہ تھی، کیونکہ بادشاہ بہت زیادہ رعب والا تھا اور وہ منظر اور موقع بھی بہت رعب والا تھا، ایسے میں بادشاہ سے بات کرنا اور صرف نام لے کر اسے پکارنا بہت جرئت کا کام ہے۔
شیخ صاحب رحمہ اللہ نے دو منکرات کارد کیا، ایک شراب کی دکان کارد اور دوسرا بادشاہ کے تکبر اور غرور کارد، اور پھر بادشاہ پر شفقت بھی کی کہ کہیں اس کی آخرت نہ خراب ہو جائے۔
اپنے شاگردوں کو بھی بہادری اور غیرت کا درس دیتے، کیوں کہ جو شخص صرف درس و تدریس کرے اور اللہ تعالی کے دین پر غیرت نہ کرے اور منکرات سے اس کے چہرے پر تبدیلی نہ آئے، صرف صفحے پلٹنے میں وقت گزارے، تو ایسے علم کا خاص ثمرہ اور فائدہ نہیں ہوتا۔

احکم الحاکمین اللہ جل جلالہ ہے:

ونادىٰ نوح ربّه فقال ربِّ إنّ ابني من أهلي وإنّ وعدک الحقّ وأنت أحكم الحاكمين
{سورة الهود، 45}

ترجمہ: اور نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے رب! میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں ہے (اس کو بھی نجات دے) آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ احکم الحاکمین اللہ کی ذات ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کرنے والوں میں وسعت، علم و قدرت اور عدل و انصاف وغیرہ میں بڑی اور برتر اور مطلق حکومت اللہ کی ہے (باقی سب زمینی حکمرانیاں اس کے ماتحت اور اسکے قبضۂ قدرت میں ہیں) جس سے نہ تو کوئی چیز مخفی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی کمزوری ہے اور نہ ہی اس میں کوئی چیز عدل و انصاف کے خلاف شامل ہے اور یہ شان اللہ کے علاوہ کسی اور کی حکومت و حکمرانی کو حاصل نہیں۔
شاعر کہتا ہے:

سروری زیبا فقط اُسی ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے فقط وہی، باقی بتانِ آزری

اور جدائی، جدائی نہ رہی

کالم نوکِ قلم

از: خالد قریشی

اگست کا مہینہ عام طور پر پاکستان میں سرکاری سطح پر آزادی کیلئے جانا جاتا ہے، ڈھول باجوں اور ناچ گانوں سمیت خوشی کے نام طرح طرح کا شور مچایا جاتا ہے، 21 توپوں کی سلامی دی جاتی ہے اور لاہور و کراچی کا رُخ کر کے خود خو احساس دلایا جاتا ہے کہ ہم آزاد ہیں۔ لیکن سال 2020ء جو کہ کافی وجوہات کی بنیاد ذراہٹ کر تھا تو پاکستان میں بھی الگ دکھائی دیا جہاں اگست کا مہینہ تو تھا، پرچم بھی لہرا رہے تھے، توپوں کی سلامی بھی پیش کی گئی، فوجی پریڈ بھی ہوا، شور بھی مچایا گیا، خود کو آزادی کا احساس بھی دلایا گیا اور مبارکبادیں بھی وصول ہوئیں۔ لیکن جشن کا یہ سماں اس سال پاکستانی فوج اور حکومت کیلئے ماتم کا سبب بن گیا تھا، دشمن یہ خبر سُننے کے بعد گویا اپنے کانوں پر یقین نہ کر سکا اور خود کو ہلاہلا کر جاننا چاہا کہ شاید میں خواب دیکھ رہا ہوں اور میرے جاگنے سے یہ خبر جھوٹی ثابت ہو لیکن ایسا نہ ہوسکا، ان کے کان بھی ٹھیک تھے اور وہ جاگے بھی ہوئے تھے اور ان کی حواس باختگی کا عالم دیکھنے لائق تھا اور یہ جشن پاکستانی مجاہدین کا ایک تاریخی اتحاد کا جشن تھا۔ اس اتحاد سے کافی عرصہ بعد مجاہدین پاکستان یعنی تحریک طالبان پاکستان میں ایک غیر متوقع خوشی کی لہر دوڑ گئی، قیادت کے مسکراتے چہرے اور باوقار شخصیات کا ایک دوسرے سے ملنے جلنے اور بھائی چارگی کی باتوں نے مجاہدین کے زخموں پہ پُراثر مرہم کا کام دکھایا۔ امیر محترم مفتی نور ولی (ابو منصور عاصم) حفظہ اللہ کا ولولہ انگیز خطاب ہوا جہادی جبہات کے امراء امیر محترم عمر خالد خراسانی اور محترم عمر مکرم خراسانی کے بیانات، سب نے فضاء میں محبتیں بکھیر کر سامعین کے دل موہ لیئے۔ خلاصہ یہ کہ ایک ایسا دن تھا جس کی نہ ہی مجاہدین کو توقع تھی اور نہ ان کے دشمنوں کو، تاہم اللہ جب کسی پر نعمت نازل کرنا چاہے تو اسے کون روک سکتا ہے؟

اس اتحاد کا دشمن پر یہ اثر تھا کہ اس نے حسبِ معمول کئی طرح کے پروپیگنڈے کئے جس میں کچھ بھی نیا سننے کو نہیں ملا بلکہ وہی آس پاس کے مالک کے نام لیکر



کالم نوکِ قلم

از: خالد قریشی

اتحاد کو یا تو توڑنا چاہا یا اسکی ہیبت اور وقعت کو پاکستانیوں کے دلوں سے نکالنا چاہا لیکن اس میں وہ مکمل طور ناکام رہے، بلکہ پاکستانیوں نے تو جوں اور جرنیلوں کی ناکامیوں پر انہیں خوب تنقید کا نشانہ بھی بنایا جو آپ نے 15 سے 20 اگست کے دوران سوشل اور الیکٹرانک میڈیا پر دیکھ چکے ہوں گے حتیٰ کہ اکثر تجزیہ نگاران نے اسے فوج و اداروں کیلئے ایک چیلنجنگ اور خطرناک عمل قرارا تو بعض نے اسے ایک عام اتحاد بتلانے کی کوشش کی۔ مجاہدین، جن کے ساتھ اللہ رب العزۃ نے اتحاد و اتفاق پر کامیابی کے وعدے کئے ہیں، نے وہ کامیابیاں اپنی آنکھوں سے دیکھی اور پاکستان پر مسلط فوجی طبقے پر ایسے وار ہوئے کہ وہ خود کہنے لگے کہ ہم ایک مرتبہ پھر 2009ء2010-ء میں چلے گئے ہیں۔ اللہ کی خصوصی مدد سے تمام قبائلی علاقوں اور کئی بندوبستی علاقوں میں مختلف عسکری اداروں کے اہلکاروں کو انتہائی نزاکت کے ساتھ نشانہ بنایا گیا اور اس بار چاہتے ہوئے بھی فوج اپنی ناکامی کو نہ چھپا سکی۔ شمالی وزیرستان، جنوبی وزیرستان، باجوڑ ایجنسی، بلوچستان، خیبر پختونخوا اور کراچی میں فوج، ایف سی اور پولیس سمیت مختلف جاسیس اور خفیہ آلہ کاروں پر ہونے والے حملوں نے ثابت کر دیا کہ یکمشت مجاہدین اب بھی فوج کی نیندیں حرام کر سکتے ہیں۔

اس دوران آرمی چیف سمیت مختلف صوبائی عسکری عہدیداروں نے حقائق پر پردہ ڈالتے ہوئے فوجی ناکامیوں کو چھپاتے ہوئے ان حملوں میں بیرونی ہتھکنڈوں کی شمولیت اور اسے قومی سالمیت پر حملوں جیسے نام دیکر یہ کوشش کرنا چاہی کہ مجاہدین کے وجود کا تذکرہ نہ ہونے پائے اور کسی طرح پاکستانیوں کے اذہان سے یہ بات نکال لی جائے کہ اس ملک میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں اور وہ یک جان ہو کر اس ملک کو بدمعاشوں کی وردی کی مصیبت اور ناکام حکمرانوں کی چنگل سے آزاد کر کے اس ملک کو اپنا مقصد "لاالہ الا اللہ" دلانا چاہتے ہیں اور اس راہ میں ان کے لئے جو بھی رکاوٹ آئے وہ انہیں ہٹانے کیلئے کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہیں۔

ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ وہ سیاسی قائدین جنہوں نے چند برس قبل فوج سے گندھا ملا کر مجاہدین کیخلاف آپریشنز کئے اور لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی پرواہ کئے بغیر گنجان آباد علاقوں پر چڑھ دوڑے اور عوامی املاک کا نہ بھرا جانے والا نقصان کر کے انہیں معاشی طور پر ناسور کا شکار کیا، بھی اب اس طبقے کے سخت ترین فریق بن چکے ہیں جو نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث "من أعان ظالما سلّطه الله علیه" یعنی کہ 'جس نے (ظلم میں) ظالم کی مدد کی تو اس (مدد کرنے والے) پر اللہ اس (ظالم) کو مسلط کر دے گا' کا واضح مصداق بن گئے۔

مجاہدین پاکستان روزِ اول سے ایک ہی نظریہ کے تحت پاکستانی فوج اور اسکے آگے پیچھے کے تمام اسلام مخالف اداروں اور محرکات کے خلاف مسلح اور سیاسی جدوجہد میں مصروفِ عمل ہے اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کا یہ نظریہ ہر پاکستانی مجاہد اور تنظیم کا تھا تاہم بیچ میں امتحاناً دوریاں آئیں تھیں جس سے دشمن نے فائدہ اٹھانا چاہا اور اس سلسلے میں انہیں بدنام کرنا چاہا اور انکی اسلامیت اور جہادی کردار پر داغ لگانا چاہا، تاہم اللہ رب العزۃ کا کرنا تھا کہ یہ ایک مرتبہ پھر ایک صف میں کھڑے ہو کر ان کی ناکامی کا ثبوت اور رعب و ہیبت کی ایک تصویر بن گئے اور انہیں اپنے پچھلے زمانے میں دھکیل کر انہوں نے یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ اس ملک کے کالے قانون اور اس پر مسلط افواج کیلئے ان کے ناپاک عزائم اور ناجائز قبضوں اور زبردستی حکومت کروانے کے سلسلے میں کس قدر بڑی رکاوٹ ہیں۔

دشمنانِ اسلام و قوم لاکھ کوششیں کریں کہ وہ ہمارے دلوں سے جہادی و اسلامی نظریہ نکالیں اور اسکے لئے وہ جتنے چاہیں ہتھکنڈے استعمال کر لیں ان شاء اللہ العزیز وہ یہ دیکھ لیں گے کہ ناکامی ان کا ہی مقدر بنے گی اور پاکستان سے ظلم و جبر اور نامراد سیاست کا یہ نظریہ ختم ہو گا اور اسلام نافذ ہو کر رہے گا اور جب تک ہماری رگوں میں خون دوڑ رہا ہے وہ اپنی سوچیں بدلیں اور آنے والے ان حالات کے بارے میں بھی سوچیں جس کی انہیں توقع نہیں ہے اور ان غیر متوقع حالات میں سے ایک وہ دیکھ بھی چکے ہیں کہ ہماری

جدائی، جدائی نہ رہی۔



کالم حرف حقیقت

از: مکرم خراسانی

دشمن سے نہیں، محافظ سے ڈر لگتا ہے

سلطان محمود غزنوی کے پاس ایک شخص ایک چکور لایا جسکا ایک پاؤں نہیں تھا، جب سلطان نے اس سے چکور کی قیمت پوچھی تو اس شخص نے اس کی قیمت بہت مہنگی بتائی۔ سلطان نے حیران ہو کر اس سے پوچھا کہ اسکا ایک پاؤں بھی نہیں ہے پھر بھی اس کی قیمت اتنی زیادہ کیوں بتا رہے ہو؟ تو وہ شخص بولا کہ جب میں چکوروں کا شکار کرنے جاتا ہوں تو یہ چکور بھی شکار پر ساتھ لے جاتا ہوں۔ وہاں جال کے ساتھ اسے باندھ لیتا ہوں تو یہ بہت عجیب سی آوازیں نکالتا ہے اور دوسرے چکوروں کو بلاتا ہے، اس کی آوازیں سن کر بہت سے چکور آجاتے ہیں اور میں انہیں پکڑ لیتا ہوں۔ سلطان محمود غزنوی نے اس چکور کی قیمت اس شخص کو دے کر چکور کو ذبح کر دیا۔ اس شخص نے پوچھا کہ اتنی قیمت دینے کے باوجود اس کو کیوں ذبح کیا؟ اس کے جواب سلطان نے تاریخی الفاظ کہے: "کہ جو دوسروں کی دلالی کیلئے اپنوں اور اپنے ہم وطنوں کو بیچتا ہے اسکا یہی انجام ہونا چاہئے، یہ ایک غدار ہے اور مجھے غداروں سے سخت نفرت ہے۔"

پاکستان کے برائے نام محافظ یعنی "پاک فوج" کی اسلام دشمنی اور گوروں کی غلامی اور ان سے وفاداری اپنی جگہ لیکن یہ پچھلی کئی دہائیوں سے اس لنگڑے چکور کا کردار ادا کر رہی ہے، اپنی ہی قوم کے باشندے، قوم کے بیٹے اور بیٹیاں پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرتے آرہے ہیں، امریکیوں کے کہنے پر اپنی ہی قوم پر وحشیانہ بمباری، بہیمانہ تشدد کیا اور بعض کو تو ایسے لاپتہ کیا کہ جس کی نہ مرنے کی خبر آئی نا ہی زندہ ہونے کی اور بعض تو انہی محافظین کے ہاتھوں خفیہ عقوبت خانوں میں اللہ اللہ کر کے شہید ہو گئے، اسی لیے مجھے دشمن سے نہیں بلکہ محافظ سے ڈر لگتا ہے

اسی لیے مجھے دشمن سے نہیں بلکہ محافظ سے ڈر لگتا ہے کیونکہ یہی "محافظ" مہمند ایجنسی میں اپنی ہوس کی پیاس بجھانے کیلئے گھر میں گھسنے کی کوشش پر ایک پاک دامن غیرتی عورت کے ہاتھوں مارا جاتا ہے مجھے محافظ سے ڈر لگتا ہے کیونکہ انہی محافظین نے اپنی شرم چھپانے کی خاطر اسی عزت مآب بہن کو گولیاں مار کر زخمی کر دیا۔

میں کیوں نہ ڈروں ایسے محافظین سے جو غریب عوام کے گھروں میں گھس کر ان کے مرد حضرات کو شہید اور لاپتہ کر دیتے ہیں اور پھر اسی گھر کی عورتوں پر بد معاشیاں کرتے ہیں اور بد اخلاق کے حدیں عبور کرتے ہیں وزیرستان کے علاقے خیسور میں یہی محافظ فوج اس گھر میں گھستے ہیں جس گھر کے مرد حضرات یا تو ان کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں یا پھر غائب کر دیئے گئے ہیں اور وہاں عورتوں کو بد فعلی کی دعوت دیتے ہیں اور انکار کی صورت میں ان پر وحشیانہ ظلم کرتے ہیں، مجھے ڈر لگتا ہے اپنے محافظ سے کہ ایک چھوٹی سی غلطی پر کراچی میں بینظیر پارک کے اندر سرفراز شاہ جیسے لوگوں کو گولیاں مار کر ماورائے عدالت قتل کر دیتے ہیں

مجھے ڈر لگتا ہے اپنے محافظ سے کہ جن کو مسجد و منبر کو حتیٰ کے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے پر تو کوئی اعتراض نہیں ہوتا لیکن اپنی ذات کے بارے میں گالی سنتے ہیں تو "عامر تہکال" جیسے نوجوان کو ننگا کر کے ویڈیو شائع کرتے ہیں تاکہ صرف اپنے علاقے کو ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کو پتہ چلے کہ محافظ ایسے ہوتے ہیں

مجھے ڈر لگتا ہے اپنے محافظ سے کہ مسجد و مدرسے کیلئے امداد دینے والوں کی تو ٹرائل کراتے ہیں مگر عاصم سلیم باجوہ کے اربوں روپے کی غیر قانونی مالیت پر انہیں داد دیتے ہیں کیونکہ ان کے خلاف بولنے پر پانچ لاکھ جرمانہ اور دو سال قید ہو سکتا ہے مجھے ڈر لگتا ہے اپنے محافظ سے، جو اپنا حق مانگنے والے احتجاجیوں کو بھی نہیں بخشتے شمالی وزیرستان خڑکمر میں احتجاج کرنے والے بے گناہ عوام پر گولیوں کی بارش برساتے ہیں جس میں بارہ افراد شہید ہوتے ہیں، مجھے ڈر لگتا ہے اپنے محافظ سے کہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکلتا ہے تو مولانا سمیع الحق اور مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید رحمھما اللہ جیسے بلند پایہ علمائے دین کی طرح خون میں لت پت لاشیں ملتی ہیں

مجھے ڈر لگتا ہے اپنی محافظ سے جو قبائل کے غیور عوام کی بے بسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں ایک ایک چیک پوسٹ پر گھنٹوں انتظار کرواتے ہیں اور خود انہی محافظین کی بیویوں کو ایک منٹ کا انتظار بھی گوارا نہیں، کرنل کی بیوی اور خود اس کرنل کی ویڈیو ریکارڈ بھی سوشل میڈیا کی زینت بنی رہی مگر مجال ہے کوئی ان سے پوچھے؟ مجھے ڈر لگتا ہے اپنے محافظ سے کہ سوات کے جنت نظیر علاقے کی عفت مآب بہنوں کو انہی محافظوں نے بے گھر کر کے کیمپوں میں رہنے پر مجبور کیا اور کئی گھروں کی لڑکیوں کو اسی کیمپوں سے غائب کیا گیا مجھے ڈر لگتا ہے ایسے محافظ سے جو علاقے میں ٹارگٹ کلنگ کر کے طالبان کو مورد الزام ٹھہرائے اور خود محب وطن کا ڈرامہ رچائے دندناتا پھرے، وزیرستان میں ایسا ہی ایک ٹارگٹ کلر عوام کے ہاتھوں مارا گیا جو حاضر سروس فوجی نکلا، مجھے ڈر لگتا ہے ایسے محافظ سے جس کے ہاتھوں قبائلی رہنما ملک رئیس کا قتل ہو جائے پھر ان کی نماز جنازہ کیلئے آنے والے لوگوں پر ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوائی محافظوں کی شیلنگ ہوتی ہو کیوں نہ ڈروں ایسے محافظ سے جس کی وجہ سے جنازے کیلیے آنے والے دو افراد کی شہادت ہو؟

فوج کے خلاف بولنے پر جرمانہ عائد کرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہی محافظین کالے کرتوتوں میں نمبر ون ہے، جو لوگ عزت والے ہوتے ہیں ان کیلئے قانون بنوانے کی ضرورت نہیں پڑتی، مجھے رشک ہے ان سادہ لوح عوام پر جو اسی غدار ڈالر خور فوج کو ملک کے محافظ سمجھتے ہیں اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو ملک دشمن سمجھتے ہیں

خدارا اپنے دوست و دشمن کو پہچانئے، پیارے ملک پاکستان کے اصل دشمن یہی فوجی ہیں، یہ کرائے کی قاتل فوج اپنی ہی قوم کو قتل کرنے کے بدلے ڈالر وصول کرتے ہیں اور ملک کے حقیقی بیٹوں اور محافظین کو شہید، لاپتہ اور پابند سلاسل کرتے ہیں

اللہ پاکستان کے سادہ لوح عوام کا حامی و ناصر ہو، آمین









کالم نگاہ بلند

از: فیصل شہزاد

ڈیموکریسی، سوشلزم اور انقلاب

انقلاب فرانس نے ایک نسخہ دیا تھا، لیکن پہلے کی جگہ دوسرے سرمایہ دار آگئے، مساوات کا دور ختم ہو گیا، پھر بڑے بڑے عزت حاصل کرتے رہے، باقی سب ذلت میں پڑ گئے، اس سے ثابت ہو گیا کہ جمہوریت کا نسخہ بھی غلط تھا، آج ہندوستان میں بھی اس کے مقلد موجود ہیں اور بہت زیادہ ہیں، لیکن اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ غلامی سے ہمارے دماغ ماؤف ہو گئے اور ہم یورپ کے سامنے جھک گئے، غلامی ہماری قومیت پر ہی نہیں بلکہ دماغ پر بھی حاوی ہو گئی اور اب جمہوریت کے بدلے ہمارے سامنے سوشلزم ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ سوشلزم اس وقت سامنے آتا ہے جب انسان کے دل میں انتقامی جذبہ پیدا ہوتا ہے اور انتقامی جذبہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان مجبور ہو جاتا ہے.

یہ الفاظ مولانا عبد الکلام آزاد رحمہ اللہ کے ہیں جو انھوں نے ۱۹۳۸ء میں کلکتہ میں ایک خطاب میں فرمائے تھے . ملکی حالات کے تین منظر نامے ہیں

ڈیموکریسی:

موجودہ حالات میں تبدیلی سرکار کا کپتان یا کوئی وزیر جب پریس کانفرنس یا خطاب کرتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ گویا ملک ترقی کی طرف گامزن ہے، سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے، یہ ہوگا، یہ ہونے والا ہے، خوابوں کی دنیا کے شہزادے، شاید خوابوں میں ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کر چکے ہیں اور بعض عوام ان کے وعدوں سے ایسے لطف اندوز ہو رہے ہیں جیسے کہ یہ فوٹبال یا کرکٹ میچ کا فائنل ہے اور جیت بھی یقینی ہے، میرے خیال میں اس ملک میں یہی کھیل تماشا چل رہا ہے اور یہ جمہوریت کا حسن بھی ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف لوگ جمع ہوتے ہیں، پلاننگ کرتے ہیں اور مدمقابل کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں اور حکومت بنا لیتے ہیں، موجودہ حالات

ڈیموکریسی، سوشلزم اور انقلاب

میں کپتان اور اس کی ٹیم "مطمئن" ہے، آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔

سوشلزم:

پچھلے کئی دنوں سے پاکستان کی سیاست میں کشیدگی اور پاکستان میں جاری جنگ میں تیزی پاکستانی اسٹیبلشمنٹ اور حکومت کیلئے درد سر بن گئی ہے، ایسا لگتا ہے کہ تبدیلی سرکار کے وعدے محض خواب ثابت ہو رہے ہیں اور حکومت فوج کے زیر اثر رہنے کی وجہ سے اس ملک پر بزور بازو مسلط کی گئی ہے۔ سیاسی پارٹیاں، مذہبی شخصیات، صحافی حضرات اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد بوٹ سرکار مع تبدیلی سرکار کی پالیسیوں سے تنگ آچکے ہیں اور سب اپنی اپنی کوشش کر رہے ہیں کہ اس حکومت سے کسی طرح جان چھوٹ جائے، یہ ایک انتقامی سیاست بھی ہے، جو کہ سوشلزم کی بنیاد ہے۔ بہر حال چونکہ یہ حکومت اصل میں فوج کی ہے، اسلئے اس کو گرانا مشکل ضرور ہے، مگر ناممکن نہیں۔ سیاسی پارٹیوں کا حالیہ اتحاد حکومت اور اسٹیبلشمنٹ کیلئے خطرے کی گھنٹی ہے، تاہم فوج بھی اپنے مفادات کے حصول کیلئے، اس حکومت کے بچانے کیلئے قسم قسم کے حربے استعمال کر رہی ہے۔

پاکستانی عوام کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ حالیہ صورتحال میں تبدیلی تب ممکن ہے جب جدوجہد کا رخ انقلاب کی طرف موڑ دیا جائے، اس کیلئے اگر ڈیموکریسی اور سوشلزم کے بجائے اسلامی انقلاب (جہاد و قتال) کا راستہ اختیار کیا جائے تو حقیقی تبدیلیاں آسکتی ہے، ورنہ ان مفسد نعروں سے اگر تبدیلی آبھی جائے تو اس کا فائدہ اسلئے نہیں ہوگا، کیونکہ جمہوریت کے سائے تلے سیاسی پارٹیاں ایک ہی ہدف کیلئے کام کرتی ہیں اور حکومت کے خلاف حالیہ اختلاف فقط ذاتی مفادات کیلئے ہے نہ کہ کسی عقیدے کی خاطر، یہ جنگ ذاتی مفادات کی جنگ ہے نہ کہ قومی مفادات کی بلکہ یہ ایک انتقامی سیاست ہے، اس انتقامی سیاست کیلئے جلسے جلوس اس ملک میں ایک اور باطل نظام کی بنیاد رکھیں گے جو اس ملک میں مزید تباہی پھیلائے گا، اسلئے حقیقی تبدیلی کیلئے انقلاب کی طرف آنا چاہئے، مگر انقلاب کا راستہ کیا ہے ملاحظہ کیجئے!

انقلاب:

حال ہی میں نیکٹا (نیشنل کاونٹر ٹیر ارزم اتھارٹی) نے ایک تھرڈ الرٹ جاری کیا کہ تحریک طالبان پاکستان سیاسی و مذہبی قائدین پر حملہ کر سکتی ہے، جس پر تحریک طالبان پاکستان کے ترجمان محمد خراسانی کا تردیدی بیان آیا اور انہوں نے اس الرٹ کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے، یہ اس فوج اور اسٹیبلشمنٹ کی کالے سیاست کی ایک مثال ہے کہ جب بھی اس ملک میں ان کے مفادات کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو یہ اس نوعیت کے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں، کبھی ٹی ٹی پی کو بدنام کر کے اپنے مفادات کا دفاع کرتے ہیں، تو کبھی میڈیا کے ذریعے پروپیگنڈے پھیلا کر، عوام کے ذہن میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں، کبھی ملک میں پیش آنے والے کسی بھی بڑے مسئلے سے عوام کی توجہ ہٹانے کیلئے ایک نیا پینڈورا باکس کھول لیتے ہیں تو کبھی خوف و دہشت پھیلانے کیلئے سڑکوں پر لاوارث لاشیں پھینک دیتے ہیں۔

مگر اب صورتحال ذرا مختلف نظر آتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قوم میں تھوڑی سی بیداری کی لہر نظر آرہی ہے، اگر انقلاب لانا ہے تو بجائے اس کے کہ قوم اس پروپیگنڈوں کا شکار ہو جائے، قوم کو آگے بڑھنا چاہئے، موجودہ حکومت سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا ایک اچھا یوٹرن ہے میرے خیال میں اور ان تمام صورتحال میں تحریک طالبان پاکستان کی پالیسی ایک انقلاب کا اشارہ دے رہی ہے، موجودہ حالات میں تحریک نے سیکیورٹی اداروں پر لگاتار حملے کر کے ملک میں اپنی قوت کا بھرپور مظاہرہ کیا، ملک میں جاری حالات کس طرف جاتے ہیں یہ تو مستقبل قریب میں پتہ چلے گا، مگر قوم کے ہاتھ میں آنے والے وقت میں تحریک طالبان پاکستان کے پلیٹ فارم سے تبدیلی لانے کا ایک اچھا موقع ضرور ہے۔ اسلامی شرعی سیاست جنگ کا ایک اہم جزء اور حصہ ہے۔ تحریک طالبان پاکستان کی حالیہ پالیسی یقیناً ایک مثبت قدم ہے جس پر چلنے کی ضرورت ہے، قوم کو بھی چاہئے کہ وہ برائے نام تبدیلی اور انقلاب کے نعروں سے وقت ضائع نہ کریں اور ان حالات کا فائدہ اٹھا کر حقیقی انقلاب لانے کیلئے مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں، کیونکہ ستر سال سے موجودہ رائج سیاسی نظام عوام کے خون پسینے کی کمائی ہڑپ کر گئی، ذاتی مفادات کی خاطر اس ملک کے معیشت کی دھجیاں اڑادی گئیں، اس ملک میں کرپشن، بدامنی، معاشی بحران اور خودکشیاں وغیرہ روز کا معمول بن گئی ہیں، اس صورتحال سے نکلنے کا واحد حل جہاد فی سبیل اللہ ہے، جو ایک عالمگیر انقلاب ہے، اور اسی کی طرف آنے کی ضرورت ہے۔

از: فیصل شہزاد



1۔ جب جہاد کے لئے گھر سے نکلو تو اللہ کا نام لے کر نکلو

2۔ اتراتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے نہ نکلو۔

3۔ آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہ کرو، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔۔۔

4۔ مقابلے کے وقت ثابت قدم رہو صبر و تحمل سے کام لو۔

5۔ عین معرکۂ قتال میں بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو، جس کے لئے جانبازی اور سرفروشی کرنے نکلے ہو ایک لمحہ کے لئے اس سے غفلت نہ ہو۔

قال تعالیٰ:

يَاَيُّهَا الَّذِينَ أٰمَنُوآ اِذَا لَقِيتُم فِئَةً فَاثبُتُوا وَاذكُرُوا اللّٰه كَثِيرًا لَّعَلَّكُم تُفلِحُونَ [۴۵] وَ أَطِيعُوا اللّٰه وَ رَسُولَهُ وَ لَاتَنَازَعُوا فَتَفشَلُوا وَتَذهَبَ رِيحُكُم وَاصبِرُوا إِنَّ اللّٰه مَعَ الصّٰبِرِينَ [۴۶] وَلَاتَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّٰه وَ اللّٰه بِمَا يَعمَلُونَ مُحِيطٌ {الأنفال: 47-45}

ترجمہ: اے ایمان والو! جب کافروں کی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو امور ذیل کو ملحوظ رکھو،

1۔ جہاد میں ثابت قدم رہو

2۔ اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تاکہ اس کے نام کی برکت سے تم کامیاب ہو

3۔ اور ہر امر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کو ملحوظ رکھو۔

4۔ اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا (طاقت) اکھڑ جائے گی۔

5۔ اور ان کافر لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ کہ (جو اسی واقعہ بدر میں) اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روکنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا گھیرنے والا ہے

6۔ اپنی کثرت اور ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہو اور قلّت سے کبھی گھبراؤ نہیں، ہر حال میں خداوند ذوالجلال پر اعتماد اور بھروسہ رکھو، فتح و نصرت کا مالک صرف اسی کی ذات کو جانو

کما قال تعالیٰ:

لَقَدنَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِى مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَّ يَومَ حُنَينٍ إِذأَعجَبَتكُم كَثرَتُكُم فَلَم تُغنِ عَنكُم شَيئًا وَّ ضَاقَت عَلَيكُمُ الاَرضُ بِمَا رَحُبَت ثُمَّ وَلَّيتُم مُّدبِرِينَ [۲۵] ثُمَّ أَنزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَه عَلَى رَسُولِه وَعَلَى المُؤمِنِينَ وَ أَنزَلَ جُنُودًا لَّم تَرَوهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الكٰفِرِينَ {التوبة: 26-25}

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ نے بہت میدانوں میں تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تم کو خودپسندی میں مبتلا کر دیا تو تم کو تمہاری کثرت ذرّہ برابر کام نہ آئی اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پشت پھیر کر بھاگ پڑے، اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت اور طمانیت کو اتارا اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور کافروں



کو سزا دی اور یہی سزا ہے کافروں کی۔

7۔ جب سوار ہونے لگو تو اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمہاری آسائش کے لئے یہ سامان سفر پیدا فرمایا اور یہ پڑھو:

سُبحٰن الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَاهذَا وَ مَا کُنَّا لَه مُقرِنِینَ [۱۳] وَ إِنَّآ إِلی رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ [۱۴] {الزخرف}

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے ان جانوروں کو ہماری سواری کے لئے تابع کر دیا ورنہ ہم میں اس کی طاقت نہ تھی اور تحقیق ہم سب اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

8۔ جب کسی بلندی پر چڑھو تو خداوند ذوالجلال کی عظمت و کبریائی کا خیال کر کے ”اللہ اکبر“ کہو اور جب پستی اور نشیب کی طرف اترو تو ”سُبحان اللہ“ کہو، کہ وہ ہر پستی سے پاک اور منزہ ہے۔

9۔ اللہ اگر اپنے فضل سے فتح و ظفر نصیب فرمائے تو امیر لشکر کو چاہئے کہ مجاہدین کی صفیں قائم کر کے ان الفاظ میں اللہ کا شکر اور اس کی حمد و ثناء کرے اور تمام لشکر آمین کہے۔

أللهم لک الحمد کله لا قابضَ لما بسطتَّ ولا باسطَ لما قبضتَ ولا هاديَ لمن أضللتَ ولا مضلَّ لمن هديتَ ولا معطيَ لما منعتَ ولا مانعَ لما اعطيتَ ولا مقربَ لما باعدتَّ ولا مباعدَ لما قربتَ اللهم أبسطْ علينا من برکاتِک و رحمتِک و فضلِک و رزقِک {رواه النسائی وابن حبان}

10۔ فتح و نصرت کے بعد بطور فخریہ نہ کہو کہ ہم نے فتح حاصل کی بلکہ اللہ کی طرف منسوب کرو کہ اس نے محض اپنے فضل اور رحمت سے ہم کو فتح دی۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد سے واپس ہوتے تو یہ کلماتِ توحید آپ کی زبان پر ہوتے:

لاَ إله إلَّا اللَّه وَحدَہ لَاشَریکَ لَه، لَهُ المُلکُ وَلَه الحَمدُ وَهوَعَلىٰ کُلِّ شَئٍ قَدِیر، أٰئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُون سَاجِدُونَ سَائِحُونَ لِرَبّنا حَامِدُونَ صَدَقَ اللَّه وَعده وَنصر عبدَه وَهزم الاحزاب وَحده۔

{بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی}

11۔ کتا، گھنٹا اور باجا ہمراہ نہ ہو، جس قافلے میں یہ چیزیں ہوتی ہیں (اس قافلے میں) فرشتے ان کے ہمراہ نہیں ہوتے۔ {رواہ مسلم عن ابی هریرة}

یعنی عیش و طرب کا کوئی سامان ساتھ نہ ہو۔

ناظرین کرام!

غور فرمائیں کہ اسلامی جہاد کی یہ شان ہے کہ دیکھنے میں مجاہدین کا لشکر ہے اور در پردہ نُورا السَّمٰوٰتِ وَالاَرض کے عاشقوں کا ایک گروہ جا رہا ہے۔

دورِ حاضر کا میڈیا اور علماء!

ابو محمد قریشی

چونکہ میڈیا کا دور دورہ ہے اور ہر کوئی اسے اپنے دین و دنیا میں پیش رفت اور اپنی کامیابی کیلئے 70 سے 95 فیصد تک لازمی حصہ قرار دے رہا ہے، تو جہاں رجالِ دنیا نوجوانوں کی زندگیاں برباد کرنے میں اس سے کام لے رہے ہیں اور معاشی طور پر خود کو اسی ذریعے سے مضبوط کر رہے ہیں تو علمائے کرام اس آلۂ کار کے استعمال سے کیوں کر پیچھو رہیں؟ اگرچہ مسئلہ مختلَف فیہ ہے لیکن آج کل زیادہ رجحان جواز کی جانب ہے تو علمائے کرام دین کی دعوت بھی اسی راستے دے رہے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل میں نے ایک معروف عالمِ دین کی ویڈیو کلپ دیکھی جس میں ان سے سوال ہوا تھا "کہ ویڈیو بنوانا تو ناجائز ہے، آپ کیوں ویڈیو بیانات دیتے ہیں؟ صاحب نے تفصیلی جواب ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کفری مملکتوں میں بیٹھے مسلمان اگر اسی ویڈیو کے ذریعے گمراہ کئے جا رہے ہیں اور ہمارے بیانات سے ان کا ایمان بچ سکتا ہے تو کیا حرج کہ میں اس نیت سے ایک ویڈیو بیان ریکارڈ کراؤں اور یہ اس تک پہنچ جائے؟

تمہیدی باتوں کو طول نہ دیتے ہوئے میں اپنے مقصد کی طرف آؤں گا اور وہ یہ کہ میں اپنے علمائے کرام کی عرض میں التجاء کرنے لگا ہوں کہ وہ اس لاپرواہ اور بے جا آزاد گفتگو کے عادی میڈیا سے دور رہنے کی کوشش کریں۔ نبی المعلِّم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "اتقوا مواضع التهم" کے پیشِ نظر آپ لوگوں کو اس بے پردہ میڈیا سے دور رہنا چاہیے، اسکی کئی وجوہات ہیں۔

* ایک تو اس کے اینکرز آپکو عزت دینے کیلئے قطعا نہیں بلاتے اور جہاں عزت نہ وہاں جانا شرعاً درست نہیں
* دوم یہ کہ آپ سے ایسے سوالات کرتے ہیں جس کے صحیح جواب پر بھی کم از کم ایک تہائی عوام آپ سے خفا ہوں گے، بے جا سوال کرنا اور اس میں الجھ کر اس کے جوابات تلاشنا بھی شرعاً ممنوع ہے
* سوم یہ کہ یہاں بلا عذر سر و چہرہ کھلا رکھنے والی خاتون آپکے سامنے بٹھائی جاتی ہے جس سے آپ کا وقار جاتا رہتا ہے، اور یہ عمل قرآن مجید کی صرح آیت کے بھی مخالف ہے
* چہارم یہ کہ اس سے آپکی شخصیت کو ان لوگوں سے ملانے کی کوشش کی جاتی ہے جو شرعی لحاظ سے انتہائی پنچ ہیں جو "وضع الشئ علیٰ غیر موضعہ" ہے جو کہ ظلم ہے اور یہ حدیث "أنزلوا الناس منازلهم" کے بھی مخالف ہے
* پنجم یہ کہ یہ مجرّب ہے کہ عوام ٹی وی پر بیٹھے عالم کے فتاواجات سے بیزار نظر آتے ہیں (کسی ایسے عالم کا نام لینا شاید مناسب نہ ہو) جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کے فتاواجات بھی نظر انداز کر دیئے جائیں گے۔



اساتذۂ محترمین!

کیا آپ یہ محسوس کر سکتے ہیں کہ ملک میں چلتے پھرتے مجسّم گناہ جب آپ کا نام بے وقعتی سے لیتے نظر آتے ہیں، جب وہ آپ کو درباری جیسے القاب دیتے ہیں، جب وہ آپ کو چاپلوس کے طور پر معرّف کروانے کی کوشش کرتے ہیں، جب وہ آپ کے جامعے کو بد زبانی سے یاد کرتے ہیں اور جب وہ آپکو ذاتی تنقیدات کا نشانہ بناتے ہیں تو آپکے شاگردوں پر کیا گزرتی ہے؟ کیا آپ اپنے سب سے لائق و مطیع شاگرد سے پوچھ لیں گے (جو کہ اسلاف کا وطیرہ رہا ہے) کہ میرے فلاں عمل پر لوگوں کا کیا ردِّعمل تھا؟ اگر میں آپکو ان شاگردوں کا درد محسوس کرواؤں جو آپ کے اس عمل کی وجہ سے انہوں نے محسوس کیا ہے تو کیا آپ اسے ترک کر لیں گے؟ آپ کو ترک کرنا ہو گا۔

ایک تو سیاسی علماء ہیں، ان کا تو ان میڈیا چینلز اور اینکرز کے علاوہ گزارہ ناممکن ہے اور وہ جب تک اس سیاست میں ہیں تب تک ان چینلز پر ان اینکرز کے سامنے اٹھنا بیٹھنا ان کا معمول رہے گا، بلکہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ان کی روزمرہ زندگی کا ایک حصہ بن چکا ہے، اللہ ان پر بھی رحم فرمائے۔ میں ان علمائے کرام کی بات کر رہا ہوں جن کا تعلق کسی بھی سیاسی پارٹی سے نہیں ہے اور وہ کسی دینی جامعے یا جماعت سے وابستہ ہیں اور گندگی کی اس چکی میں دھوکہ دہی سے پِسے جا رہے ہیں، انہیں ہوش میں رہنا ہو گا کہ کہیں اوپر ذکر کئے گئے منفی نکات میں وہ کسی کی زد میں تو نہیں آ رہے؟ اگر آ رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ اتنے علم اور ایسی شخصیت کے باوجود بھی عوام کو اپنا مخالف بنانے پر تل گئے ہیں؟ کیا آپ دوران درس ہیں یہ نہیں فرماتے کہ پہلے عوام کے دلوں پر راج کرو تب انہیں راہ راست پر لا سکتے ہو۔ اب ایک تبلیغی یا مدرس عالم ایسے مسائل میں جانبداری کرنے لگیں جس میں پہلے سے ہی ملک کے باسی دو ٹکڑے ہو چکے ہیں تو وہ حمایت کہاں سے پیدا کریں گے اور کیا اس وجہ سے ان کے کم از کم آدھے فرمانبردار ان کی طرف عدم التفات نہیں کریں گے؟ ہرگز کریں گے۔

ایک اہم گزارش یہ ہے کہ ملک میں فوجی اور انتقامی دور چل رہا ہے، کہیں کرپشن کا کیس ہے تو کہیں چوری ڈکیتی اور کہیں دفعات کی خلاف ورزی کا تو کہیں زبان و قلم کے تیز استعمال کرنے کا کیس چل رہا ہے۔ یہ سب معاملات جمہوری سیاست کا حسن ہیں جس کا مزہ جمہوریوں کو ہی چکھنا پڑ رہا ہے، ان معاملات میں کسی کی گرفتاری پر ایکشن لینا اور اسے شریعت مطہرہ کے ترازو پر تولنا کہیں کہیں بے جا ہو جاتا ہے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ آپ ہر مسئلے میں اپنی دلیل پیش کریں اور فریقین میں سے کسی کو ظالم اور کسی کو مظلوم پیش کریں بلکہ دورِ حاضر میں یہ دیکھنا لازمی ہے کہ اس مسئلے کے بیان سے جو فتنہ برپا ہو گا اور اس سے علمائے عظام کی کتنی بے توقیری ہو گی تو میرے خیال سے خاموشی اختیار کرنا درست ہو گی۔ یہاں حطیم کا مسئلہ یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا کہ اسے خانہ کعبہ کی تعمیر میں داخل کریں لیکن وہ قوم میں اٹھنے والے فتنے کی وجہ سے خاموش رہے، اور دوسری بات یہ کہ ویسے بھی آپ نے بڑے بڑے اور صریح معاملات پر سکوت اختیار کیا ہے تو یہاں بھی سکوت سے کام لینا شاید آسان اور فائدہ مند ہو۔

اگر آپ نے حکومتی پالیسیوں کی مخالفت کرنی ہی ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ بزورِ بازو ماننے والے لوگ ہیں، زبان کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو اسے عملی جامہ پہنانے کیلئے آپ کے خاموش الفاظ ہی کافی ہوں گے ان شاء اللہ۔

یہ گزارشات ٹی وی پر آنے والے علمائے کرام کیلئے ہیں، میڈیا کے ذریعے دعوت دینا اور اپنا مؤقف ظاہر کرنے کا مسئلہ اس سے ہٹ کر ہے۔

ہم اللہ رب العزۃ سے دعا گو ہیں کہ اللہ ہمارے سروں پر علمائے حق کا سایہ ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور اللہ انہیں ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین



ڈیورنڈ لائن تک پہنچنے کیلئے فوج نے قبائل میں کیا کیا؟

علی محسود

پاکستان اور افغانستان کے درمیان سرحدی علاقے میں آباد پشتون قبائل صدیوں سے اپنے آباء واجداد کے رسم و رواج اور اسلامی اقدار پر سختی سے قائم رہے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ آج تک کوئی بیرونی حملہ آور اس خطے کو اپنی تسلط میں نہیں لا سکا۔ آزاد فطرت، محنتی و جفاکش، غیرت و بہادری کے پیکر ان آزاد قبائل کو فرنگیوں کے افغانستان پر قبضہ کی روک تھام کی فکر میں افغان بادشاہ امیر عبد الرحمٰن نے ڈیورنڈ معاہدے کے تحت قبائل کو دو حصوں میں تقسیم کیا، حالانکہ افغانستان کی سرحد دریائے سندھ کے کناروں تک تھی مگر پھر بھی یہ معاہدہ قبائلی خطے کے وسط میں خط کھینچ کر کیا گیا اور اس سلسلے میں قبائل سے مشاورت بھی نہیں کی گئی تھی۔ یوں ان قبائل نے کئی دہائیوں تک معاہدے کو تسلیم نہ کرتے ہوئے فرنگیوں کے خلاف جنگیں لڑیں لیکن بالآخر قبائل دو حصوں میں تقسیم ہوگئے، ایک حصہ افغانستان اور دوسرا حصہ فرنگی ہندوستان کی طرف آگیا۔ یہ معاہدہ سو سال کیلئے ہوا تھا جو کب کا پورا ہو چکا ہے۔

فرنگیوں نے ان قبائل کی مسلسل جنگوں سے تنگ آکر ان کی آزاد حیثیت کو تسلیم کیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ آزاد قبائلی خطے کے لوگ دو مما لک افغانستان اور ہندوستان میں آزاد ہونگے۔ اور یہ لائن چونکہ بین الاقوامی سرحد نہیں اس لئے دونوں مما لک کے پاس اس سرحد کے بند کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اور یہ لوگ بغیر ویزے پاسپورٹ کے دونوں مما لک میں صحت، تعلیم اور روزگار کے لئے آجا سکیں گے۔ محمد علی جناح نے بھی پاکستان کی پہلے قانون ساز اسمبلی میں اعلان کرتے ہوئے ان کی اس آزاد حیثیت کو تسلیم کیا تھا۔

قبائلی علاقوں میں دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگوں اور فوجی یلغاروں میں ریاست پاکستان ایک تو صف اول کی اتحادی بنی اور دوم اس بہانے امریکہ سے ڈالرز کے حصول کے سلسلے میں ایک اور راستہ کھل گیا لیکن ایک دیرینہ اور اہم ہدف "ڈیورنڈ لائن تک رسائی" کیلئے بھی راہ ہموار ہوگئی۔ ان فوجی یلغاروں کے دوران جس میں پاکستان کا اہم مقصد اس لائن تک رسائی تھی، لاکھوں لوگ بے گھر اور ہزاروں شہید و معذور اور لاتعداد گرفتار اور لاپتہ ہوئے۔ ان لاپتہ اور قیدیوں کو وقتاً فوقتاً جعلی مقابلوں میں بھی شہید کیا جاتا رہا اور شدید ظلم و وحشیانہ تشدد کے دوران عقوبت خانوں میں بھی شہید ہوئے۔ بیرونی آقاؤں اور غیر کو خوش کرنے کی خاطر ہوئے ان آپریشنز میں قبائلی معاشرت درہم برہم اور معیشت تباہ و برباد کر دی گئی، گھروں میں سے قیمتی سامان لوٹ کر انہیں جلایا اور مسمار کیا گیا، قدرتی دولت سے مالا مال اس خطے کے نادر معدنیات پر قبضہ کر لیا گیا، قیمتی جنگلات کو توپ خانوں، مارٹر اور بمباری کر کے راکھ کر دیا گیا، قیمتی درختوں کی لکڑیوں سے بھرے ٹرک پنجاب سمگل کر کے وہاں جرنیلوں اور کرنلوں کے گھروں کی فرنیچر بنائے گئے۔ یہ سب کچھ کرتے وقت میڈیا پر یہاں آنے کی پابندی لگائی گئی اور روزانہ کی بنیاد پر جٹ طیارے مساجد و مدارس اور عام شہریوں کے خالی گھروں پر بمباری کرتے، بعض گھروں میں ابھی لوگ موجود ہوتے کہ بمباری کر دیتے، ملبے میں دبے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کی لاشیں نکلتیں لیکن ہر رپورٹ میں درجنوں "دہشت گردوں" کے مارے جانے کا دعوا ہوتا حالانکہ ان میں ایک بھی مجاہد موجود نہ ہوتا۔

آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ پاکستان کے تمام شہری اور دیہی علاقوں حتیٰ کہ اسلام آباد جیسے شہر تک میں اسلحہ موجود ہے، مگر یہاں قبائل میں فوج نے اپنے خوف کو دور کرنے اور ناجائز اطمئنان حاصل کرنے کیلئے تمام قبائلیوں سے اسلحہ چھین لیا اور یہ وہ اسلحہ تھا جسے قبائل کھانے پینے کے بعد اپنی زندگی کا سب سے لازمی جز اور ضروری زیور سمجھتے ہیں، گویا کہ فوج نے ان سے زندہ رہنے کا حق چھین اور یہ سب صرف اپنی رٹ قائم کرنے، بے جا دباؤ بڑھانے اور اسلئے کہ قبائل میں کسی بھی قسم کی مزاحمت کی سکت اور رد عمل کی گنجائش باقی نہ رہے۔ یلغاروں کے دوران جس بھی پہاڑی چوٹی یا علاقے پر قابض افواج کا قبضہ ہوتا تو وہاں فوراً پاکستانی پرچم لہراتے اور ہر دیوار پینٹ کراتے رہے جو اس بات کا واضح ثبوت دیتا رہا کہ کسی غیر کے علاقے پہ قبضہ جما کر اسے

علی محسود

پاکستان کا حصہ بنایا جارہا ہے، جب ان کی پہنچ ڈیورنڈ لائن تک ہوئی تو جان بوجھ کر افغانستان کے ساتھ سرحد پر کشیدگی بڑھائی، سرحد بند کرنے کا جواز بنایا اور پھر منافقت کی اسی پالیسی کے تحت سرحد پار کرنے کو ویزے اور پاسپورٹ سے مشروط کیا گیا اور سرحد پر باڑ لگا کر "تکمیل پاکستان" کے اس مرحلے پہ خود کو دھوکہ دیا۔ چونکہ افواج پاکستان، پاکستان کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں اور خود کو پاکستان کا اصل ذمہ دار سمجھتے ہیں اس لئے پاکستان کی اس نامکمل ریاست کی تکمیل کی ذمہ داری بھی انہوں نے اپنے اوپر ڈالی ہے۔ یقیناً کچھ کفار کے مقاصد ہیں جنہیں افواج ظاہراً اپنے مقاصد بتاتے ہیں، درحقیقت تکمیل پاکستان اور ڈیورنڈ لائن تک پہنچنا انکا بنیادی مقصد تھا اور یہ ایک مشکل مرحلہ تھا جسے پاکستانی فوج کے ذریعے پار کرایا گیا۔ ریاستِ پاکستان نے ہمیشہ سے قبائل کو اپنے "بے تنخواہ چوکیدار" کہہ کر دھوکے میں رکھا جبکہ حقیقت میں آزاد قبائل اپنے خطے کا دفاع پاکستان اور افغانستان دونوں اطراف سے کرتے رہے ہیں، پاکستان ایک نامکمل ریاست ہے اور اس کے سرحدات لائن آف کنٹرول اور ڈیورنڈ لائن بین الاقوامی تسلیم شدہ سرحدیں نہیں ہیں۔ جس طرح کہ کشمیر، شمالی علاقہ جات، گلگت بلتستان اور آزاد قبائلی علاقے پاکستان کا باقاعدہ حصہ نہیں اس لئے افواجِ پاکستان نے قبائل پر فوجی یلغاروں کے ذریعے قبضہ کرنے کی کوشش کی، اور جس طرح انڈیا نے کشمیر کی حیثیت کو ختم کر کے انڈیا میں ضم کیا اسی طرح انہوں نے قبائلی علاقوں کو پاکستان بنانے کی کوشش کے سلسلے میں خیبر پختونخوا میں ضم کرنے کی ایک مہلک چال چلی

اب قبائلی علاقوں کی موجودہ صورتحال پر نظر ڈالیں تو چونکہ افواج پاکستان نے علاقے کو مجاہدین سے کلیئر کرنے کا دعویٰ کر رکھا ہے اور عوام کو اپنے اپنے علاقوں میں واپس لانے کا سلسلہ شروع کیا، اس دوران پورے قبائلی خطے کو اپنے ناجائز اور ظالمانہ کنٹرول میں رکھتے ہوئے ان کو ایک مشکل مرحلے سے گزارتے ہوئے شناختی کارڈ کے باوجود وطن کارڈ کے نام پر ایک اور کارڈ تھما دیا، انہیں ہر طرح سے پابندیوں میں جکڑ لیا گیا، فوج گھر کے افراد کی لسٹ لیتی ہے اور بار بار معلومات کرنے پہنچ جاتی ہے کہ کسی کے گھر کوئی مہمان تو نہیں آیا؟

اگر کوئی مہمان آنا چاہتا ہے تو فوج کو اسکی اطلاع دینا لازم ہوتی ہے، طالبان اور فوج کے درمیان جنگ کے دوران فوج نے اپنی پروٹیکشن کے لئے انکے مورچوں کی طرف جانے والے تمام راستوں میں پریشر مائن پلانٹ کئے یوں اکثر علاقے لینڈ مائنز سے بھرے پڑے ہیں اور اب انہیں یونہی چھوڑ دیا گیا جس سے آئے روز خواتین، بچے، بوڑھے، جوان اور مویشی معذور ہو رہے ہیں قبائلی علاقوں کے توسط سے پاکستانی فوج نے کئی طرح کے



تجارت کئے اور مشرف تا قمر باجوہ ہر آرمی چیف کا اس میں اپنا قابلِ ذکر حصہ رہا، چونکہ قبائل کے خلاف آپریشنز کا حکم امریکی دیتے اور ساتھ ہی ان آپریشنز پر ہونے والے عسکری خرچے کی ذمہ داری بھی وہی ادا کرتے، کبھی کیری لوگل بل اور کبھی دیگر ناموں سے افواج نے بھاری مقدار میں ڈالرز وصول کئے، قبائلیوں کی بے دخلی پر وصولی کی، متاثرین کے ساتھ امداد کے نام پر پھر سے ڈالرز آنے لگے اور آخری مرحلے میں قبائلی علاقوں کی دوبارہ آباد کاری کے نام پر بھاری مقدار میں پاکستانی حکمرانوں اور خصوصاً افواج نے ڈالرز سے تجوریاں بھر لیں جس کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔ قبائل کی دوبارہ آباد کاری کے نام پر فوج نے ایک آدھ پارک، چند سنگل روڈز اور انہی کے ہاتھوں تباہ شدہ چند سکولوں کی عمارتیں خود ہی ٹھیکہ دار بن کر لوٹ لئے، عوام شدید ذہنی دباؤ اور اپنے گھروں میں محصور ہو کر زندگی گزار رہے ہیں۔ فوج نے اس دوران عوام کی آنکھوں میں کئی مرتبہ یہ دھول جھونکنے کی کوشش کی "دہشتگردوں کا صفایا ہو چکا ہے" "دہشتگردوں کی کمر ٹوٹ چکی ہے" "علاقہ کلیئر ہے" "حالات کنٹرول میں ہیں" لیکن طالبان نے اللہ رب العزۃ کے حکم کہ (اگر تم پر جنگ مسلط کر دی جائے تو تم بھی لڑو اور اللہ تمہارے مدد پہ قادر ہے) اور اس کی مدد سے اس قابض اور قاتل و ظالم فوج کو آج تک مسلسل اپنے نشانے پہ رکھا ہوا ہے اور بڑی نزاکت کے ساتھ ان سے قبائلی علاقوں سمیت ملک بھر میں پچھلے اور حالیہ ظلم کا انتقام لے رہے ہیں۔

خود کو بچانے کیلئے فوج نے ان دس سالوں میں مختلف ہتھکنڈے استعمال کئے، آپریشنز کے دوران اندھا دھند بمباری کر کے، لوگوں کو گرفتار اور لاپتہ کر کے، دباؤ بڑھا کر خود کو مستحکم ثابت کر کے، کچھ لوگوں کو ورغلا کر امن لشکر کا قیام کر کے اور میڈیا کو استعمال کر کے، لیکن بحمد اللہ جتنی کوشش انہوں نے خود کو صاف کرنے کیلئے کی، اتنے ہی یہ عوام کی نظروں میں گرتے رہے اور وہی میڈیا جو ان کیلئے استعمال ہوتا تھا آج ان میں سے بھی کچھ ان کے خلاف بولنے لگے ہیں اور یہ سب ان کا اپنے منفی رویے کی وجہ سے ہوا ہے۔ لیکن یہ سلطنت کے نشے میں اتنے آگے جا چکے ہیں کہ آج بھی مجاہدین کے کسی حملے کے بعد بلا تفریق نوجوانوں کو گرفتار کر کے تشدد کرتے ہیں اور علاقے کو سیل کر دیتے ہیں جو دنیا کے کسی بھی قانون میں ہے لیکن ان کا خود کو منوانے کا نشہ نہیں اترا اور یہی وجہ ہے کہ تمام قبائلی ان کے خلاف ہیں اور دوسری جانب مجاہدینِ تحریک طالبان پاکستان بھی ان کے خلاف کسی بھی منفی پروپیگنڈے کے متاثر نہیں اور وہ آخری دم تک انہیں ان کے انجام بد تک پہنچانے کیلئے کوشاں رہیں گے ان شاء اللہ

اللہ مجاہدین کا حامی و ناصر ہو اور اللہ قبائلی علاقوں سمیت تمام مسلمانوں پر جاری ظلم کا سدِ باب کرے اور ہمیں ملک پاکستان میں شرعی نظام کی بہاریں دکھائے "آمین"

مدارس کا کردار اور درپیش خطرات ومشکلات



آخری قسط

مدارس کے قیام کا مقصدِ اصلی مسلمانوں کی دینی ضرورت کی تکمیل ہے، مدارس کے قیام کا مقصد کبھی بھی یہ نہیں رہا کہ مسلمانوں کو دنیوی فراوانی و خوشحالی کے اسباب مہیا کئے جائیں، انہیں انجینئر، ڈاکٹر یا سائنس دان بنایا جایا، انہیں جدید معاشیات میں سودی لین دین کے اتار چڑھاؤ سے واقف کیا جائے، انہیں سٹاک ایکس چینج میں جاری جوئے اور سٹے کے کاروبار میں ماہر بنایا جائے۔ اس لئے جو لوگ مدارس سے اس قسم کی امیدیں رکھتے ہیں یا مطالبہ کرتے ہیں وہ مدارس کے قیام کے مقاصد سے ناواقف ہیں، انہوں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ مدارس کے ساتھ اگر ایسا معاملہ کیا جائے تو مدارس سنگین خطرات سے دوچار ہو سکتے ہیں اور ہماری آنے والی نسل زندگی کے اصل مقصد سے بے بہرہ ہو جائے گی، مشرقی (اسلامی) تہذیب کے بجائے مغربی تہذیب میں رنگ جائے گی، اور مادر پدر آزاد کلچر کو ترقی اور روشن خیالی سمجھ کر اپنائے گی اور اسلامی رسم ورواج اور آداب سے دور ہو جائے گی۔

یہاں ایک سوال ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ آخر دینی مدارس کو عصری تعلیم اور جدید ٹیکنالوجی سے اتنی عداوت کیوں ہے؟ انہیں وہ "شجرۂ ممنوعہ" کیوں سمجھتے ہیں کہ اس بارے میں سوچنے کے لیے بھی تیار نہیں؟

اس سوال کے حل کے لئے ہم نے سابق میں واضح جوابات دیئے ہیں، مگر ایک انتہائی قابلِ قدر اور ذی استعداد مجاہد ساتھی مجھ سے ملے، انہوں نے مجلہ "طالبان" میں میرا مضمون پڑھا تھا، مجموعی اعتبار سے انہوں نے مضمون کی تائید کی، البتہ مدارس میں عصری تعلیم اور جدید ٹیکنالوجی کے عدم وجود اور عدم دخول سے متعلق میری سابقہ گذارشات سے انہیں تشفی نہ تھی، اس لئے میں نے ضرورت محسوس کی کہ اسے مزید منقح و مشرّح کیا جائے، تاکہ ان سمیت اوروں کے اشکالات بھی دور ہو جائیں، لہذا اس کے حل کے لیے چند باتیں بطورِ تمہید ضروری ہیں:

پہلی بات تو یہ کہ کسی بھی ادارے پر تبصرہ یا تنقید کرنے سے پہلے یہ دیکھنا لازمی ہے کہ اس ادارے کے مقاصد کیا ہیں اور کن اہداف کے حصول کے لئے اس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے؟ دوسری بات یہ کہ اس ادارے کے اہداف و مقاصد کتنی اہمیت کے حامل ہیں اور قوم وملت کے لئے وہ اہداف کتنے ناگزیر اور سودمند ہیں؟ تیسری یہ کہ اس ادارے کو اپنے مقاصد کے حصول میں کتنی کامیابی ملی اور اس کے قیام سے لیکر اب تک اس کی کارکردگی کیا رہی؟

یہ وہ اُمور ہیں جو انتہائی اہم وضروری ہیں، انہیں نظر انداز کرکے کسی ادارے پر تبصرہ یا تنقید کرنا میرے خیال میں حقائق سے چشم پوشی کے سوا کچھ نہیں، ان امور کو نظر انداز کرکے تبصرہ یا نقد کرنے والا شخص مبصّر ونقّاد ہونے کے بجائے اس ادارے کا بدخواہ ہی متصور ہوگا۔

گرامی قدر قارئین!

دینی مدارس کے اہداف و مقاصد ہم نے سابقہ مضمون میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں اور ان کی اہمیت بھی واضح کی ہے، لیکن مزید وضاحت کے لئے "ماہنامہ الحق اکتوبر 2013ء" کے ایک اقتباس کو (جو تخصص فی الفقہ الاسلامی سے متعلق ہے) قارئین کے سامنے رکھتا ہوں:

دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں جو دین کے ہر شعبے میں دین متین کی خدمات میں مصروف ہیں اور چونکہ ان کا سِرا جاکر سینہ نبوت سے جاملتا ہے، اس

لئے کہ ان کی تمام ذمہ داریوں اور فرائض، تعلیم و تعلّم، تدریس و تصنیف، دعوت و تبلیغ کیلئے بے پناہ صلاحیت و استعداد، اساتذۂ فن کی صحبت و تربیت، طلبِ علم کی راہ میں جانکاہی، جگر سوزی، تقویٰ و تدیّن، ربط و استناد کی ضرورت ہے، جس کے بغیر یہ فریضۂ وراثت ادا نہیں ہوسکتا۔ مگر ان تمام ذمہ داریوں میں پل صراط پر چلنے جیسی نازک ذمہ داری قضاء و افتاء کی ہے جس کی شرائط و صفات اتنی ہی نازک، حساس اور عمیق ہیں، صرف ذکاوت و ذہانت اور وسعت مطالعہ نہیں بلکہ علماء راسخین کا رسوخ، تبحرِ علمی، کتاب و سنت کے وسیع متنوع قدیم و جدید ذخیروں پر عبور تغیرات و تبدلات زمانہ سے آگاہی اور ہر لمحہ پیدا ہونے والے تہذیبی، معاشرتی اور سماجی و عرفی حالات اور عہد جدید کے پیدا کردہ مسائل اور چیمپئں ل سے واقفیت، پھر سائل اور مستفتی کے سوال اور ماخذ شریعت کے نصوص تک پہنچنے کی صلاحیت لازمی ہے جسے فقہ کی ایک تعریف میں "فہم غرض المتکلم" سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث میں جسے "خیر" کا ایک عظیم سرمایہ قرار دیا گیا ہے:

"من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین" (الحدیث)

گرامی قدر قارئین!

ہمارے اکابر جب دینی مدارس کی بنیاد رکھ رہے تھے تو ان کے یہاں مقصود یہ تھا کہ مدارس کی چہار دیواریوں میں اُمت کے سعادت مند نونہالوں کو اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جائے گا، انہیں اس قابل بنادیا جائے کہ وہ "مادیت" کی تیز و تند آندھیوں میں "روحانیت" کے چراغ روشن رکھ سکیں، سادہ اور قناعت کی زندگی اپنا کر دین کی سربلندی اور گلشن محمدی کی آبیاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیں۔ قیامِ مدارس ہرگز اس لئے عمل میں نہیں لایا گیا تھا کہ اُن سے مادی فوائد حاصل کرکے دنیوی خوشحالی حاصل کی جائے۔ چنانچہ اسی مقصد کو واضح کرتے ہوئے بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

""ہم نے مدرسہ مُلا، مولوی تیار کرنے کے لئے قائم کیا ہے، جدید علوم کے لئے تو اور بہت سے دنیاوی ادارے ہیں"۔ اور حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ (سابق صدر وفاق المدارس العربیہ) اس جیسے مطالبے کے وقت فرمایا کرتے تھے: "مجھے خالص ملوانڑے بنانا ہے" ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ نہیں۔

قیامِ مدارس کا واضح بنیادی مقصد مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت، اسلامی شعائر کا تحفظ، علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت، پیغامِ مصطفیٰ کی دعوت و تبلیغ، مسلمانوں میں رائج بدعات و خرافات کا قلع قمع اور ہر نئے فتنے کا تعاقب کرنا ہے۔ اگر ہم خلاصے کے طور پر دینی مدارس کے قیام کا مقصدِ اصلی بیان کرنا چاہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ "دینی مدارس کے قیام کا مقصدِ اصلی مسلمانوں کی دینی ضرورت کی تکمیل ہے"۔ اس بنیادی مقصد کی اہمیت وہ لوگ جانتے ہیں جو اندرونِ سندھ، پنجاب کے دور دراز دیہات، چین اور روس وغیرہ ممالک میں تبلیغی اسفار کرچکے ہوں، جہاں مسلمان کہلانے کے باوجود لوگوں کو کلمہ پڑھنا نہیں آتا، جہاں مسجدیں ویران پڑی ہوتی ہیں، جہاں تبلیغی جماعت والوں سے لوگ مرنے سے پہلے اپنی نمازِ جنازہ پڑھوانے کی درخواست کرتے ہیں کہ وہاں سے جماعت جانے کے بعد کوئی نمازِ جنازہ پڑھانے والا نہیں ملتا۔ لہٰذا اس بنیادی مقصد کو چھوڑ کر عصری علوم وفنون میں لگنا ایسا ہے جیسے ایک شخص اپنے اہلِ خانہ کے لئے بنیادی ضروریات ٹھیک سے فراہم نہیں کرسکتا، کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے پیدل فیکٹری آتا جاتا ہے اور دور بیٹھا شخص اُسے مشورے دیتا ہے کہ فلاں کریم اور لوشن خرید و تاکہ تمہارے چہرے میں نکھار آجائے، تم پیدل فیکٹری آتے جاتے ہو مارکیٹ میں فلاں ماڈل کی بہترین گاڑی آئی ہے اُسے خریدو، وغیرہ وغیرہ۔

بھائی صاحب!

ہم بھی سمجھتے ہیں کہ ایسا ہو جائے کہ ایک شخص عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ڈاکٹر ہو، بہترین انجینئر ہو، بہترین بزنس مین ہو، موجودہ سیاسی و قانونی پیچیدگیوں سے واقف ہو، مگر بنیادی مقصد پر سودا کرنا عقلمندی کا کام نہیں، اگر یہ سودا ہو جائے تو میں اسے مدارس کے واسطے "لینے کے دینے پڑنا" تصور کروں گا۔ **رہی بات دینی مدارس کی کارکردگی کی کہ کیا رہی ہے؟** اور مقاصد کے حصول میں انہیں کتنی کامیابی ملی ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پوری دنیا کے مقتدر طبقات خصوصاً نیو ورلڈ آرڈر قائم کرنے والوں نے دین و مذہب کا نام مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے، ہر طرف کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ہیں، مذہب بیزاری اپنے عروج پر ہے، مگر جہاں جہاں خود مختار دینی مدارس قائم ہیں وہاں انہی کی خدمات کا ثمرہ ہے کہ آپ کو اسلامی تہذیب و ثقافت اور دینی رسوم و عبادات کے روشن آثار نظر آئیں گے، عموماً لوگ دینی جذبات و احساسات کے حامل ہوں گے، مسلمانوں میں طاغوتی نظام اور بے دینی کے خلاف انقلاب کی چنگاری سُلگ رہی ہے، انہیں فقط رہبر کی ضرورت ہوتی



ہے، جس کا مشاہدہ نائن الیون 2001ء کے بعد پاکستان میں سب نے کیا۔ مدارس کو اپنے مقاصد میں حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی ہے، ان کی چہار دیواریوں سے بہت کم مدت میں لاتعداد مفسّرین ومحدّثین، فقہاء ومفتیان، متکلمین و مبلغین اور مناظر حضرات تیار ہو کر نکلے ہیں، جنہوں نے اسلامی تعلیمات کو بستی بستی پہنچایا، ناموسِ رسالت کی حفاظت کی، اسلام دشمن عناصر کے ملحدانہ نظریات کی راہ روکی، برصغیر (پاک وہند) کے مسلمانوں کو سامراج کے پنجوں سے آزادی دلوائی۔

گرامی قدر قارئین!

دینی مدارس کی کارکردگی کی بات چل رہی تھی تو اس بارے میں خلاصے کے طور پر کہہ سکتا ہوں کہ دینی مدارس وجامعات نے بچے کی ولادت کے بعد کان میں اذان دینے سے لے کر نمازِ جنازہ پڑھانے تک اُمت مسلمہ کی دینی وتعلیمی رہنمائی کے لئے ایسی خدمات پیش کیں ہیں کہ کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہیں مل سکتا جو ان خدمات سے محروم رہا ہو۔

قارئین کرام!

دینِ اسلام عصری علوم وفنون کو حاصل کرنے سے منع نہیں کرتا، مگر المیہ یہ ہے کہ عصری علوم وفنون کے محصّلین میں ایک بڑی تعداد دین سے بے بہرہ لوگوں کی ہوتی ہے اور ایک معتدبہ تعداد تو ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو دین سے بیزاری کی اس حد تک پہنچی ہوتی ہے کہ تمام تر مشکلات کی وجہ انہیں دین اور دیندار لوگ نظر آتے ہیں، وہ یہی سمجھتے ہیں کہ دین اور دینداروں کے صفائی سے ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا، امریکہ کی طرح ہم بھی چاند پر کمند ڈالنے کے دعویدار بن جائیں گے۔ اب دین سے یہ بے بہرگی یا دین سے بیزاری کا ذمہ دار کس کو ٹھہرایا جائے؟ نصابِ تعلیم کو یا نظامِ تعلیم کو؟

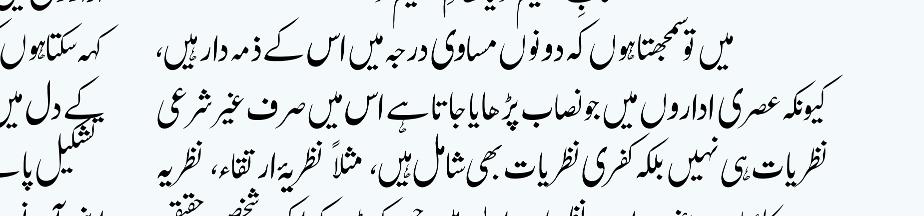
میں تو سمجھتا ہوں کہ دونوں مساوی درجہ میں اس کے ذمہ دار ہیں، کیونکہ عصری اداروں میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اس میں صرف غیر شرعی نظریات ہی نہیں بلکہ کفری نظریات بھی شامل ہیں، مثلاً نظریہ ارتقاء، نظریہ وجودِ کائنات وغیرہ، اور یہ نظریات ایسے ہیں جن کو پڑھ کر ایک شخص حقیقی انسان (یعنی اپنے خالق ومالک کے احکام کی بجا آوری کرنے والا) بننے کی بجائے اپنے آپ کو مستقل بالذات سمجھنے لگتا ہے، وہ حلال وحرام سے صرف نظر کر کے من مانی زندگی گزارنا اپنا حق سمجھتا ہے، وہ اپنی خواہش کو الٰہ کا درجہ دے کر اس کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا ہے، اس کی تمام عمر کا حاصل پُر تعیّش وپُر آسائش زندگی ہوتی ہے۔ اسی طرح تقریباً تمام عصری اداروں میں تعلیم جس نظام کے تحت دی جاری ہے وہ اُس مغربی دنیا سے درآمد شدہ ہے جو مادیت پرستی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، اس نظام کے تحت پڑھنے والا بقول لارڈ میکالے پاکستانی یا ہندوستانی تو ہو گا مگر اس کی وفاداری انگلستان سے ہو گی، وہ مغرب کا ترجمان ہو گا، وہ فقط نام کا مسلمان ہو گا اس کی ہمدردی بجائے مسلمانوں کے مغرب کے ساتھ ہو گی، اُس کے لئے آئیڈیل دین بیزار لوگ ہوں گے، حتیٰ کہ اس کے چلنے پھرنے اور کھانے پینے کا انداز بھی وہی ہو گا جو اس کے مغربی آقاؤں کا ہوتا ہے۔

گرامی قدر قارئین!

خالص اسلامی تعلیم ہی ہمارے بہترین معاشرے کی ضامن ہے، ہمیں چاہئے کہ اپنے مستقبل کو مغرب کی کھوکھلی اور مادہ پرستانہ تعلیم سے بچائیں، ہمیں اپنی اولاد کو پیسہ کمانے کی مشین بنانے کے بجائے ایسا نابغۂ روزگار بنانا چاہئے کہ وہ دنیا میں کسی سے مرعوب نہ ہو اور آخرت میں رفعِ درجات کا موجب ہو، ورنہ ہمیں بھی مغرب کی طرح مادیت پرستی کے خطرناک وسنگین نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا، جس کے آثار ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، چند فیصد کو چھوڑ کر باقی اہلیانِ پاکستان اسبابِ دنیا جمع کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، یہی لوگ ان دینداروں کو جو دنیا کی طرف پُشت کر کے آخرت کی فکر میں مگن ہیں، طنزیہ انداز میں مخاطب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

قارئینِ کرام!

دینی مدارس میں عصری علوم وفنون لانے کے بجائے اگر عصری تعلیمی اداروں میں بھی مذہبی تعلیم کو بنیادی حیثیت دی جائے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جب یہ لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم پائیں گے، ان کے دل میں بھی دین کی تڑپ پیدا ہو جائے گی تو ایک بہترین معاشرہ تشکیل پائے گا، جب یہ لوگ زندگی کے اصل مقصد سے واقف ہوں گے تو اپنی آنے والی نسل کو بھی اس سے روشناس کر سکیں گے، اور یوں ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ ملت اسلامیہ سمیت تمام اقوامِ عالم کی قیادت کر سکیں، پوری دنیا میں شیطان اور اس کے پجاریوں کو زیر کرنے اور اسلام کا بول بالا



کرنے کا اعزاز حاصل کر سکیں، ترقی کے اعلیٰ مینار حاصل کر سکیں، پھر ہمیں امریکہ اور ورلڈ بینک وغیرہ سے بھیک اور قرضے مانگنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وطنِ عزیز کے اربابِ اقتدار کا اولین ہدف وہ دینی ادارے ہیں جن میں امن وآشتی، محبت وبھائی چارے، اسلامی اَقدار اور وطن کی حفاظت کی بے لوث تعلیم دی جاتی ہے، ان (اربابِ اقتدار) کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ اپنے مغربی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے ایسی پالیسیاں سامنے لائیں جس کی بدولت مدارس وجامعات کو ملک میں قائم مغرب زدہ تعلیمی نظام میں شامل کرنے پر مجبور کیا جائے، یا کم از کم ان کے انتظامی، مالی اور نصاب سے متعلق امور کی نگرانی حکومت کے زیرِ اثر ہو جائے۔ پھر یہ لوگ اپنی پالیسی کو معقول ثابت کرنے، لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے اور مدارس کی حیثیت گھٹانے کے لئے کہتے ہیں کہ مدارس میں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے، وطن میں جاری خون ریزی کے پیچھے مدارس اور منتظمینِ مدارس کا ہاتھ ہے، مدارس دہشت گردی کے اڈے ہیں، مدارس سے دہشت گردوں کی مالی پشت پناہی کی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ صرف پروپیگنڈے تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ اکیسویں صدی کی دوسری دہائی میں سب سے زیادہ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ نے مدارس میں پڑھنے پڑھانے والوں کو شہید وگرفتار کیا، اور انہیں ڈرایا دھمکایا۔

یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے بچوں کو مدارس بھیجنا چھوڑ دیا، بعض معاونینِ مدارس نے ان سے تعاون ترک کر دیا، اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ بعض اربابِ مدارس نے الزامات سے بچنے اور خود کو روشن خیال ظاہر کرنے کے لئے سابق ڈی جی آئی ایس پی آر میجر جنرل آصف غفور کو اپنے یہاں مدعو کیا، اور پھر اسے وہ پروٹوکول ومحبت دی جس سے اُن مدارس اور اہلیانِ مدارس کے ماتھے پر انتہائی بدنما داغ لگ گیا کہ جو فوج اور خفیہ ادارے آج تک مدارس وجامعات کو وطنِ عزیز کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے ان کے خلاف فوجی آپریشنز کرتے رہے ہیں اُن کا ترجمان اِس قدر معزز ومکرم ہو گیا کہ قال اللہ اور قال الرسول کہنے والے اس کا ماتھا چومنے لگے، اس کے ساتھ سیلفی لینا اپنے لئے اعزاز سمجھنے لگے، مسلمانوں کے چندے سے اسے پُرتکلف ظہرانہ دینے لگے، اس کے ساتھ اپنے اساتذہ ومعلمین سے بڑھ کر عقیدت واحترام کے ساتھ پیش آنے لگے۔

معزز قارئین!

جن اربابِ مدارس نے فوجی ترجمان کو اعزاز واکرام سے نوازا، مجھے ان پر انتہائی حیرت وتعجب ہے کہ آیا یہ وہ فوج نہیں جس نے مسجد ومدرسہ کا تقدس پامال کیا؟

جس نے سینکڑوں مدارس ومساجد کو ڈھایا؟

جس نے علماء ومشائخ کو شہید کیا؟

جس نے ہزاروں محبانِ دین ووطن (مجاہدین) کو شہید کیا؟

جس نے لاتعداد اسلام پسند عوام کو اپنے گھروں سے بے دخل کیا؟

جس کی قید میں اب تک ہزاروں اہلیانِ پاکستان ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں؟

جس نے دہشت گردی کے خلاف آپریشن کے نام پر مسلمانانِ پاکستان کی چادر وچاردیواری کی عزت وناموس سے کھیلا؟

جس نے اسلامی تاریخ خاک میں ملاتے ہوئے سینکڑوں مجاہدین سمیت دخترِ وطن ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو ڈالروں کے عوض امریکہ کے حوالہ کیا؟

اور سب سے بڑھ کر آیا یہ وہ فوج نہیں جو ہمیشہ اسلامی نظام کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی؟

آپ یہ سب کچھ اتنی جلدی کیسے بھول گئے؟

کیا آپکو یاد نہیں کہ اسی فوج نے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے طلبہ وطالبات کو فاسفورس بموں سے جلا کر خاکستر کیا؟

کیا آپکو یاد نہیں کہ اسی فوج نے اِمارت اسلامیہ افغانستان کو گرانے میں فرنٹ لائن اتحادی کا کردار ادا کیا؟

کیا آپکو یاد نہیں کہ اسی فوج نے پاکستان بنتے وقت "ہندو مسلم فسادات" برپا کرنے کی خاطر مسلمانوں کا قتلِ عام کیا؟

کیا آپکو یاد نہیں کہ اسی فوج کے غلط کردار نے مشرقی پاکستان کو ہم سے جدا کیا؟

اور آج ایک بار پھر یہی فوج اسلام پسندوں کے مقابلے میں بھیانک پالیسی پر عمل پیرا ہے، جس نے ایک مرتبہ پھر ملک کو سقوط کے دہانے پر لاکھڑا کر دیا ہے۔

کیا آپکو معلوم نہیں کہ اسی فوج کے ہاتھوں ہزاروں مائیں، بہنیں اور بچے فریادی بینر اٹھائے سڑکوں پر سسک رہے ہیں؟

کیا آپکو معلوم نہیں کہ اس فوج نے مظلوم فلسطینی مسلمانوں پر صرف اس لئے بمباری کی تاکہ اس سے عالمی طاغوت خوش ہو جائے؟



کیا آپکو معلوم یاد نہیں کہ اسی فوج نے عراقی مسلمانوں کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا؟

کیا آپکو معلوم نہیں کہ یہ وہی فوج ہے جو ہمیشہ دینی مدارس اور دینداروں کے درپے رہتی ہے؟

اگر یہ سب معلوم ہونے کے باوجود انہوں نے ایسا کیا تو پھر میں یہی سمجھوں گا کہ ان کی اسلامی غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے، ان میں اسلامی حمیت برائے نام بھی موجود نہیں رہی۔ یہ لوگ یا تو اپنی اصلیت و حقیقت سے نکل گئے ہیں یا خوف و ڈر کے مارے انہیں سمجھ نہیں آتا کہ کیا کریں؟ اور اگر انسان ہونے کے ناطے بھول یا خطاء کا شکار ہوگئے تو خدارا آئندہ مسلمانوں کے آستین کے سانپوں کو پالنے، انہیں بڑا بنانے، ان کی گرتی ہوئی ساکھ کو بچانے کی ہرگز کوشش نہ کریں، بلکہ مسلمانانِ پاکستان کو ان سے چھٹکارا دلانے کے لئے میدانِ عمل میں کود پڑیں، عوام کے سامنے ان کے مکروہ چہرے سے پردہ اٹھائیں، ان کی اسلام دشمنی لوگوں پر واضح کریں، اور اگر یہ نہ کر سکیں تو خدارا اِن کرائے کے گدھوں سے کم از کم خود کو دور رکھیں، تاکہ لوگ مغالطے میں نہ پڑیں، لوگ ان پر اسلامی فوج کا گمان نہ کریں، لوگ انہیں اسلام کے محافظ نہ گردانیں، لوگ انہیں شہادت کے تمغوں سے نہ نوازیں۔

قارئین کرام!

مدارس کو درپیش خطرات میں سے سب سے بڑا خطرہ پاکستان پر مسلط حکمران طبقہ ہے، اس طبقے کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ مدارس کو بدنام کیا جائے، مدارس پر ایسے لیبلز لگائے جائیں کہ لوگ مدارس کا رُخ نہ کریں اور مدارس کے ساتھ تعاون چھوڑ دیں، لیکن "پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا" یہ طبقہ مدارس کے خلاف عوامی ذہن سازی کے لئے اربابِ مدارس یا طالبانِ مدارس کی اِدنیٰ سی غلطی کو بھی بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے، حکمران طبقہ ان کی معمولی بدنظمی کو شہ سرخی کے طور پر پیش کرتا ہے، حالانکہ حکمران طبقہ اِس پر تو کبھی توجہ نہیں دیتا کہ اِن کے نظم و نظام کے تحت جو تعلیمی اِدارے قائم ہیں ان میں نوعمر بچے بچیوں کو ثقافت و آرٹ کے نام پر ناچ گانے اور عریانی و فحاشی کی تربیت زوروں پر ہے، جس کے نتیجے میں اب تک وطنِ عزیز کے اسکولوں میں معصوم کمسن بچیوں کی ایک بڑی تعداد زیادتی کا نشانہ بن چکی ہیں، انہی عصری تعلیمی اداروں میں اسلامی دستور کے خلاف اسلامی اَقدار و اَحکام کا مذاق اُڑانا معمول بنتا جارہا ہے ، (جس کے کئی کیسز ردعمل آنے کے باعث ریکارڈ پر ہیں) جبکہ ان اداروں پر حکومت کروڑوں وہ روپے خرچ ہوتے ہیں جو غریب عوام سے ٹیکس، کسٹم، فیس، کرایہ وغیرہ کی صورت میں وصول کئے جاتے ہیں۔

حکمران طبقے نے کبھی بھی ان اداروں کے انتظامی و نصابی اُمور کی بخوبی نگرانی اور اصلاح نہیں کی، ان کے مغربی کلچر و سسٹم کو نہیں بدلا، ان میں وہ مسلسل استہزاء بند نہیں کیا جو اسلامی اَقدار و اَحکام کے خلاف ہو رہا ہے، البتہ اُن دینی مدارس کے پیچھے پڑے رہے جہاں اسلامی اخلاق و اقدار کا درس دیا جاتا ہے، جہاں امن و آشتی، محبت و بھائی چارے کی فضا قائم ہے، جہاں چھوٹے بڑوں کی عزت کرتے ہیں، جہاں اسلامی وطن سے محبت کی تعلیم دی جاتی ہے، جہاں آداب سکھائے جاتے ہیں، جہاں بداخلاقی و بدتمیزی کا قلع قمع کیا جاتا ہے، جہاں بہترین معاشرہ تشکیل دینے کے اصول سکھائے جاتے ہیں، قصۂ مختصر جہاں انسانیت سکھائی جاتی ہے۔

گرامی قدر قارئین!

مدارس کو ہر میدان میں کام کرنے کی ضرورت ہے، جدید آلات و مشینری سے فقہی مسائل کی وابستگی روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں، اس میدان میں وسیع پیمانے پر کام کی اشد ضرورت ہے، معیشت و تجارت کے میدان میں نت نئے طریقے ایجاد ہو رہے ہیں، ان میں مدارس کے اہلِ علم حضرت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کی نشان دہی کریں کہ فلاں طریقہ اسلام کے ساتھ متصادم ہے اسے چھوڑا جائے، فلاں طریقے میں یوں یوں تبدیلی کی جائے تو شریعت کے موافق ہو جائے گا، فلاں طریقہ جائز ہے، اسے اختیار کیا جاسکتا ہے، وغیرہ وغیرہ، اسی طرح جدید مغرب زدہ تعلیم اور آزاد میڈیا کے باعث فکری، نظریاتی اور اعتقادی لحاظ سے جو انحرافات، فسادات اور تبدیلیاں ہماری نئی نسل میں آ رہی ہیں انہیں دقیق نگاہ سے مطالعہ کرنا اور ان کے حکمت بھرے جوابات دینا مدارس اور فضلائے مدارس کے لئے بہت بڑے چیلنج ہیں، کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ پوری دنیا میں دین و مذہب سے آزادی کے لئے ہر سطح پر کام ہو رہا ہے، میڈیا پر بچوں کے لئے بنائے جانے والے کارٹونز سے لے کر اخباری مضامین تک سب عالمی حقوقِ آزادئِ بیان اور آزادئِ اظہار رائے کی آڑ لیتے ہوئے مذہب سے آزادی کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔ دیندار اور مذہبی لوگوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنا ان کا نصب العین بن چکا ہے، روشن خیالی کی توصیف اور دین و مذہب کی پابندی کی



تقلیح ہر عالمی (اور ملکی) پروگرام میں واضح نظر آتی ہے۔ جس کے باعث مسلمانوں کی نئی نسل صرف عملی بے راہ روی کی شکار نہیں بلکہ اعتقادی لحاظ سے دین بے زار ہے، صرف اسلامی عقائد سے بے خبر ہی نہیں بلکہ انہیں طفل کہانیاں سمجھتی ہے۔

فکری، نظریاتی اور اعتقادی لحاظ سے جو بگاڑ ہمارے معاشرے میں پھیل رہا ہے اس سے متعلق مفکرِ اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تقریر "ذہنی اور اعتقادی ارتداد، ایک اہم مسئلہ فوری توجہ کا حامل" ملاحظہ کریں جو انہوں نے کئی دہائیاں قبل کی تھی۔

مفکر اسلام فرماتے ہیں:

حضرات!

اِسلام کی تاریخ میں اِرتداد کے متعدّد واقعات پیش آئے ہیں، سب سے بڑا اور سخت سانحۂ اِرتداد عرب قبائل کا اِرتداد تھا، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد پیش آیا، یعنی وہ زبردست باغی تحریک جس کو ابوبکر صدیق نے اپنے بے نظیر عزم وایمان سے سر اُٹھاتے ہی کچل دیا تھا۔ دوسرا بڑا اِرتدادی واقعہ نصرانیت اختیار کرلینے کی وبا تھی، جو ہسپانیہ سے مسلمانوں کے اِخراج کے بعد پھیلی اور بعض اُن دوسرے ملکوں میں بھی جو مسیحی مغربی طاقتوں کے زیرِ نگین تھے اور عیسائی پادری اور مشنری وہاں اس مقصد کے لئے سرگرمِ عمل تھے۔ اِن معتدبہ واقعات کے علاوہ اِکاؤکا واقعات اور بھی ہیں، مثلاً ہندوستان میں کسی خفیف العقل اور پست طبیعت فرد نے اِسلام کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرلیا، لیکن ایسے واقعات شاذونادر ہی ہوئے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر بدنصیب ہسپانیہ کے فتنۂ نصرانیت کو ارتداد کہنا صحیح ہے تو اس کو مستثنیٰ کرکے کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کسی عام ارتداد سے آشنا نہیں ہوئی۔ جیسا کہ مؤرخینِ مذاہب کا اعتراف ہے۔ یہ واقعات جب کبھی پیش آئے، ان پر ہمیشہ دو اثرات مرتب ہوئے:

۱) مسلمانوں کی طرف سے سخت ناراضگی اور ناپسندیدگی۔

۲) اسلامی سوسائٹی سے قطع تعلق۔

یعنی جو کوئی اپنے دین سے منحرف ہوتا تھا وہ مسلمانوں کے سخت غیظ وغضب کا نشانہ بنتا تھا اور اس اسلامی معاشرے سے خود بخود منقطع ہوجاتا تھا، جس میں اس کی بودوباش ہوتی۔ مجرّد ارتداد سے اس کے اور اس کے اہلِ قرابت کے درمیان تمام رشتے اور تعلقات کٹ جاتے تھے، اور ارتداد کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ آدمی گویا ایک دوسرے معاشرے اور ایک دوسری دنیا میں منتقل ہوگیا۔ مرتد کا خاندان اس کا بالکلیہ بائیکاٹ کردیتا تھا۔ اب نہ رشتہ رہتا تھا، نہ اخوت نہ وراثت۔

ارتداد کی اگر کوئی لہر کبھی اُٹھتی تھی تو اس سے بین الادیانی کشمکش برپا ہوتی اور مسلمانوں میں مقاومت اور اسلام کے دفاع کی روح بیدار ہوجاتی تھی، جس اسلامی ملک میں ایسے واقعات پیش آجاتے تھے وہاں کے علماء و داعیانِ اسلام اور اہلِ قلم پُرجوش طریقے سے ان کے خلاف صف آراء ہوجاتے، ان کے اسباب کی کھوج لگاتے اور اسلام کے محاسن وفضائل کو سامنے لاتے تھے۔ اس مسلمان معاشرے کا یہ حال ہوجاتا جیسے قلق واضطراب اور غیظ وغضب کی ایک موج آکر سب کو تہ وبالا کرگئی ہو۔ یہ حوادث مسلمانوں کو چیلناڑ کر رکھ دیتے، اور کیا خواص؟ کیا عوام؟ سب کے لئے ایک ہی بات اور ایک ہی فکر ہوتی تھی۔ یہ ہوتا تھا کہ اسلامی سوسائٹی پر واقعات ارتداد کا ردّ عمل اور ان کی لازمی خصوصیت، حالاں کہ نہ یہ کسی وسیع پیمانے پر پیش آتے تھے اور نہ زندگی پر ان کے کچھ اثرات ہی پڑتے۔

لیکن اب کچھ عرصے سے دنیائے اِسلام کو ایک ایسے اِرتداد سے سابقہ پیش آیا ہے جس نے اس کے اِس سرے سے اُس سرے تک ایک لہر پیدا کردی ہے۔ یہ اپنی شدت وقوت اور وُسعت وعمق (گہرائی) میں اب تک کی تمام اِرتدادی تحریکوں سے بازی لے گیا ہے، کوئی ملک ایسا نہیں ہے جو اس کی غارت گری سے بچا ہوا ہو، بلکہ ملک تو ملک خاندانوں میں ایسے مشکل ہی سے تھوڑے بہت ہوں گے جو اس کی دستِ بُرد سے محفوظ ہوں۔ یہ وہ اِرتداد ہے جو شرقِ اسلامی پر یورپ کی سیاسی اور تہذیبی تاخت کے پیچھو پیچھو آیا ہے۔ یہ سب سے عظیم اِرتداد ہے جو عہدِ رسالت سے لے کر آج تک کی اِسلامی تاریخ میں رونما ہوا ہے۔ شریعتِ اسلامی کی اصطلاح میں "ارتداد" کے کیا معنی ہیں؟ ایک دین کی جگہ دوسرا دین اور ایک عقیدے کے بجائے دوسرا عقیدہ اختیار کرنا، رسول جو تعلیمات لے کر آیا، جو کچھ اس سے تواتراً منقول ہے اور جو کچھ اسلام میں قطعی طور پر ثابت ہے اس سے انکار کرنا۔

اور ایک مرتد کیا رویہ اختیار کرتا تھا؟ رسالت محمدی عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ کا انکار کرتا تھا اور مسیحیت، یہودیت یا ہندو مذہب کی طرف منتقل ہوجاتا تھا یا اِلحاد کی راہ اختیار کرتا اور وحی و رسالت اور آخرت سے منکر ہوتا تھا۔ یہ ارتداد کے وہ معنی ہیں جن سے پرانی دنیا یا پرانی سوسائٹی واقف تھی،



ہر وہ شخص جو اپنا دین چھوڑتا تھا، اگر مثال کے طور پر نصرانی بن جاتا تو کلیسا میں داخل ہوتا یا اگر ہندو مذہب اختیار کرتا تو بُت خانے کی راہ لیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ یہ ارتداد سب پر روشن ہو جاتا تھا اور مرتد دُور سے پہچان لیا جاتا تھا، اس کی طرف اُنگلیاں اُٹھتی تھیں اور مسلمان اس شخص سے تمام اُمیدیں منقطع کر لیتے تھے۔ الحاصل: عام طور پر کسی کا ارتداد کوئی راز نہیں ہوا کرتا تھا۔ یورپ نے مشرق میں وہ فلسفے پہنچائے جو دین کی بنیادوں کے انکار پر مبنی تھے، جن کی بنیاد اِس عالم میں کارفرما (متصرّف) قوّت کے اِنکار پر تھی، وہ باشعور قوّت جو اِس دنیا کو عدم سے وجود میں لائی اور جس کے دستِ تصرّف میں کائنات کی زمامِ کار ہے۔ [أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ] (خبردار! اسی نے تخلیق کی اور اسی کا حکم چلتا ہے) وہ فلسفے جو عالمِ غیب، وحی، نبوت، شرائعِ سماویہ اور روحانی واخلاقی قدروں کے انکار پر مبنی تھے۔ یہ تھی مغرب کے لائے ہوئے تمام فلسفوں کی مشترک بنیاد، جن میں کوئی علم النفس تھا اور کسی کا موضوع بحث سیاست واقتصاد، فلسفے اپنے موضوعات میں خواہ باہم کتنے ہی مختلف تھے، تاہم اس نقطے پر سب ملتے تھے کہ انسان کائنات کو محض بادی نظر سے دیکھیں اور ان دونوں کے ظاہری احوال وافعال کی مادی توجیہ کریں۔

یہ فلسفے مشرقِ اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہوئے اور اس کے وطن تک گھس گئے۔ یہ فلسفے سب سے بڑا دین تھے جو تاریخ میں اِسلام کے بعد پیدا ہوئے، سب سے بڑا دین اپنی وسعت اشاعت کے لحاظ سے، سب سے گہرا دین اپنی جڑوں کے لحاظ سے اور سب سے طاقتور دین دلوں اور دماغوں کو مُسخّر کرنے کے لحاظ سے، اسلامی ملکوں کا وہ طبقہ جو علم وفہم کے لحاظ سے ممتاز تھا اس دین پر فریفتہ ہو گیا۔ اس نے اسے نہایت خوشگواری کے ساتھ حلق سے اتارا اور اطمینان کے ساتھ ہضم کر لیا، وہ اس دین کا ٹھیک اسی طرح پیروکار بن گیا جس طرح ایک مسلمان اسلام کا اور ایک مسیحی مسیحیت کا، حتیٰ کہ وہ اس پر جان دیتا ہے، اس کے شعائر کی عزت کرتا ہے، اس کے رہنماؤں اور داعیوں کی عظمت کا کلمہ پڑھتا ہے، اپنے ادب اور تالیفات میں اس دین کی دعوت دیتا ہے اور جو دین، جو نظام اور جو طرزِ فکر اس کے معارض ہوتا اس کی تحقیر کرتا ہے۔ اس دین کے ہر پیروکار سے وہ اخوت کا رشتہ استوار کرتا ہے اور اس طرح یہ تمام افراد ایک اُمت، ایک خاندان اور ایک گروہ بن گئے ہیں۔ یہ نیا دین اگرچہ اس کے پیروکار اس کو "دین" کا نام دینے سے اِنکار کرتے ہوں۔ کیا ہے؟ کائنات کو وجود میں لانے والی اس علیم وخبیر ہستی کا اِنکار جو مالکِ تقدیر بھی ہے اور رہنمائے حیات بھی [الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی] حیات بعد الموت، حشر، جنت ودوزخ، ثواب وعذاب کا انکار، نبوت ورسالت کا اِنکار، شرائعِ سماویہ اور حدودِ شرعیہ کا اِنکار اور اس حقیقت کا اِنکار کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق پر اپنے برگزیدہ رسول (خاتم الرسل) کی اِطاعت فرض کی ہے اور ہدایت وسعادت کو اس کی پیروی میں منحصر کر دیا ہے اور اس بات کا اِنکار کہ اِسلام وہ آخری اور دائمی پیغام ہے جو دین ودنیا کی تمام سعادتوں کا کفیل ہے اور زندگی کا ایک نظام ہے جو سب سے اَعلیٰ اور اَفضل ہے اور وہی وہ دین ہے جس کے علاوہ کوئی دین اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔ اور جس کے بغیر دنیا کی فلاح وسعادت کا کوئی اِمکان نہیں اور اس کا اِنکار کہ دنیا انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے اور انسان اللہ کے لئے۔

آج جس طبقے کے ہاتھ میں اکثر ممالکِ اِسلامیہ کی زمامِ حیات ہے، اس کے اَفراد کی ایک بڑی تعداد اسی دین کی پیروکار ہے، اگرچہ یہ سب پختگیٔ اِیمان اور سرگرمیٔ عمل میں ایک درجے کے نہ ہوں، بحمد اللہ! اس طبقے میں خاصی تعداد میں ایسے اَفراد بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام کی پیروی کرتے ہیں۔ مگر اس طبقے کا وہ وصف جو افسوس ہے کہ اس پر غالب ہو گیا ہے اور اس کے بہت سے مقتدر اَفراد کا دین یہی مادہ پرستی اور زندگی کا مغربی فلسفہ ہے جو اِلحاد پر مبنی ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ وہ ارتداد ہے جس نے عالمِ اسلامی کو اِس سرے سے اُس سرے تک تاراج کیا ہے، گھر گھر اور خاندان خاندان پر اس کا حملہ ہوا ہے۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور اداروں سب پر اس دین کا کوئی پیروکار، پرستار اور عقیدت گزار نہ ہو۔ آپ جب ذرا اس سے تنہائی میں باتیں کریں گے، کچھ چھیڑیں گے اور اندر کی بات اُگلوائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ ایمان باللہ سے محروم ہو گا، یا ایمان بالآخرۃ سے خالی ہو گا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ رکھتا ہو گا، یا قرآن کو ایک معجزہ واَبدی کتاب اور دستورِ حیات نہ مانتا ہو گا، اور ان میں سب سے غنیمت وہ ہو گا جو کہے گا کہ میں اس قسم کے مسائل پر غور نہیں کرتا اور ان کو کوئی بڑی اہمیت نہیں دیتا۔

بلاشبہ یہ ارتداد ہے، لیکن وہ مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کر سکا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اِس ارتداد کا مارا ہوا کلیسا یا ہیکل میں نہیں جاتا اور نہ اپنے ارتداد اور تبدیلِ مذہب کا اعلان کرتا ہے۔ نہ معاشرہ اس پر



درپیش ہو، پس وہ بدستور اسی سوسائٹی اور معاشرے میں رہتا ہے۔ اپنے تمام حقوق حاصل کرتا ہے، بلکہ معاشرے پر حاوی ہونے تک کا موقع اس کو مل جاتا ہے۔ یہ عالمِ اسلامی کا نہایت اہم مسئلہ اور بڑا قابلِ فکر معاملہ ہے۔ ارتداد پھیلتا ہے، اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہوتا ہے اور کوئی اس پر چونکتا تک نہیں۔ علمائے اُمت اور رِجالِ دین اس سے کوئی پریشانی اور بے چینی محسوس نہیں کرتے۔ پہلے جب کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تھا تو لوگ اُس کو حل کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد کیا کرتے تھے:

"قَضِيَّةٌ وَلَا أَبَا حَسَنٍ لَهَا" یعنی ایک پیچیدہ فقہی مسئلہ درپیش ہے لیکن کوئی نہیں جو اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذہانت کے ساتھ حل کرے۔

اِس ارتداد کے موقع پر بے ساختہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شانِ عزیمت یاد آتی ہے اور کہنا پڑتا ہے:

"قَضِيَّةٌ وَلَا أَبَا بَكْرٍ لَهَا" یعنی ارتداد کی آگ پھیل رہی ہے، لیکن کوئی نہیں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی اور شانِ عزیمت کے ساتھ اس پر قابو پائے۔

(خطبات علی میاں، ج: 3، ص: 335 تا 339۔ دار الاشاعت، کراچی)

فکری ارتداد کی یہ حالت کئی دہائیاں قبل کی ہے، اب تو اس میں ترقی اپنے عروج کو پہنچنے والی ہے۔ (اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اس سے بچائے، آمین۔) مسجد و مندر کا فرق مٹتا جا رہا ہے، جن لوگوں کے آباء واَجداد مسجد کے معمار تھے وہ مندر کی تعمیر میں مصروف ہیں، جن کے آباء واَجداد صلیبیوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھے وہ آج صلیبیوں کے فرنٹ لائن اتحادی بنے ہوئے ہیں، بلکہ اسلام دشمنی میں صلیبیوں سے دو ہاتھ آگے ہیں۔

قارئین کرام!

تمام مسلمانوں اور خصوصاً مدارس کی ذمہ داری ہے کہ اس فکری ارتداد کے سامنے بند باندھیں، اس کی پیش قدمی روکیں اور مسلمان نسل کو اس فکری ارتداد سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

وصلى اللّٰه على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين

برحمتك يا أرحم الراحمين

فرانس میں گستاخئ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تحریک طالبان پاکستان کا اعلامیہ

فرانس میں سرکاری سطح پر گستاخانہ خاکوں کی اشاعت خصوصاً ملعون فرانسیسی صدر میکرون نے حد درجہ حدود پار کرتے ہوئے نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرکے امت مسلمہ کی غیرتِ ایمانی کو للکارا اور اپنی غیر فطری نفرت کا اظہار کیا۔ لبرل ازم و سیکولرزم کے نعرے لگانے والے اہل مغرب کے متعفن چہرے اور نام نہاد تہذیب اب کھل کر سامنے آچکے ہیں جسکے بعد امت مسلمہ پر اہل مغرب کی منافقت مزید واضح ہو جانا چاہئے۔

ہم اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کے مرتکب کفار کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ امت مسلمہ کمزور ضرور ہے، لیکن بے غیرت ہرگز نہیں، امت مسلمہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی وفاداری ضرور نبھائے گی۔ ان شاء اللہ

رب العالمین نے ہر زمانے میں بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے، پیغمبران عظام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤف و رحیم بنا کر بھیجا اور آپ کی شان و رفعت کا اعلان خود اپنے کلام قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۞

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ {سورۃ الانشراح:6}

تمام انبیاء کرام آپ پر ایمان لائے اور آپ کی عزت و تکریم کی اور آپ کی خدمت کا عہد لیا، سب کا ذکر فقط فرش پر ہی ہے مگر مصطفٰے کا ذکر فرش و عرش جنت میں ہے اور اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام رکھا، تمام انبیاء کو نام سے پکارا آپ کو اچھے اچھے القاب سے پکارا اور فرمایا "تمہارا ذکر ہمیشہ بلند رہے گا" اسے کوئی بند نہیں کر سکتا جیسے کوئی چاند سورج کو نہیں بجھا سکتا کہ یہ اللہ کے روشن کئے ہوئے ہیں، ایسے ہی تمہیں کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا۔ کبھی کسی بدبخت نے اگر حضور کی شان میں گستاخی کی، تو خود رب تبارک و تعالی نے قرآن مجید میں آیت مبارکہ نازل فرما کر حضور کی جانب سے خود جواب دیا ماشاء اللہ، قرآن میں بہت سی آیتیں اس پر شاہد ہیں، حضور کا دشمن ولید بن مغیرہ نے آپ اس کو مجنوں کہا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ رب ذو الجلال نے فوراً قرآن کریم میں اس کی مذمت فرمائی اور اس کے دس عیوب گنوائے۔

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کی برائی کرنا سنت الہی ہے۔

تحریک طالبان پاکستان مظلوم امتِ مسلمہ کی جانب سے فرانسیسی مصنوعات کے بائیکاٹ کو سراہتی ہے، البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا شرعی تقاضہ اس سے بڑھ کر ہے کہ گستاخوں کو اپنے بدترین انجام سے دوچار کیا جائے امید ہے کہ امت وفاداری کا حق ضرور ادا کریں گے۔





کرونا وائرس اور پسِ پردہ حقائق

مفتی ابو معباح

سال 2019ء کے اواخر میں چائنہ کے شہر ووہان سے پھوٹنے والی کرونا نامی بیماری اپنی پوری شدت سے رونما ہوتے ہی روئے زمین پر جنگلی آگ کی طرح پھیلتی چلی گئی۔ جس نے بوڑھے، جوان، بچے، رنگ و نسل وطنیت میں تمیز کیے بغیر ہر زندہ سر کو یکساں طور پر متاثر کرنا مناسب سمجھا، اس مہلک پھیلاؤ کے باعث عامہ اذہان کی پُر تشویش حالت کے بشمول بے شمار اموات کا مشاہدہ کر کے ہر مرد و عورت کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، گویا ابھی موت کی دیوی آکر سب کو دبوچ لے گی، اس وبا کے رُعب ودبدبہ سے مرعوب مخلوق خدا کے پُر ہجوم بازار وگلیاں اب خاموش اور سنسان پڑی ہیں، زندگی کی تمام رونقیں ماند پڑ گئیں، گویا یہ دنیا زندہ لوگوں کا قبرستان ہے۔ کرونا زدہ انسان اگرچہ اپنا پیارا ہی کیوں نہ ہو مگر آج اس کی حیثیت کسی ایسے جنگلی درندے کی طرح تصور کی جاتی ہے کہ جسے دیکھتے ہی بے اختیار چیخیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں، اموات کی شرح فیصد دیکھ کر دم بخود رہ جانا ایک ایسا فطری عمل ہے جس کے نتیجے میں انسان اپنی تمامتر قوت و صلاحیت ضائع کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کساد بازاری عروج پر ہے، مسلم آبادی میں خفیہ ہاتھوں کے خفیہ اشاروں سے ذخیرہ اندوزوں نے احتکار پر زور و شور سے کام کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے، لوگوں کا خیال ہے کہ کرونا اموات کے ساتھ ساتھ بھوک اور فاقوں سے بھی اموات میں شرح فیصد کا اضافہ یقینی ہے۔ اس کشمکش میں کم آمدنی اور کمزور ذریعہ معیشت کو بہتر بنانے والوں کے بلند بانگ دعوے کھوکھلے ثابت ہونے لگے، یہاں تک کہ ترقی و کمال کے دعویداروں نے بھیک تک مانگ لی۔ اگرچہ انسان نے سائنس و ٹیکنالوجی کی بدولت کرہ چاند پر قدم رکھنے کا دعویٰ کیا، ایٹم جیسا ہتھیار بنایا، مگر کرونا کے مقابلے میں لڑکھڑاتے، ڈگمگاتے قدم اور حواس باختگی کا مظاہرہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، رہی سہی کسر میڈیا نے پوری کر دی کیونکہ آج کل اس وباء کی خبریں میڈیا پر سیلابی ریلی کی طرح دیکھنے کو مل رہی ہیں، جس سے مفسد میڈیا کی بالادستی کو خود بخود تسلیم کرنا پڑ رہا ہے، اگر ایک طرف یہ ناقابل برداشت صورت حال ہے تو دوسری طرف یہودی گماشتے اسلام دشمنی میں اس قدر آگے بڑھے کہ عادت کے مطابق مساجد و مدارس پر بمباری کے علاوہ کرونا کے بہانے تمام دینی مراکز پر عمومی بندش کا حکم، نہ صرف یہ کہ جاری کیا بلکہ مساجد کھولنے والے علماء کرام و تبلیغی حضرات کو پابند سلاسل بھی کیا، حالانکہ ایسے مواقع پر اللہ و تبارک و تعالی کا حکم یہ ہے کہ ہم نے گزشتہ امتوں پر عذاب و تکالیف اس لئے نازل کیے تاکہ وہ اللہ کے ہاں عاجزی اختیار کریں جبکہ موجودہ یہودی چیلے دینی مراکز والوں کو بندوق کی نالی دکھا کر نمازیوں کو ہراساں کر رہے ہیں تاکہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کا رخ شیطان کی طرف موڑ سکیں۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ آخر کار کرونا ہے کیا جس نے ساری دنیا پر کہرام مچایا؟ اور اس کے طاقتور چھلانگ نے ایک ہی جست میں کتنے ممالک عبور کیے؟ اس کے پیچھے وہ کونسے محرکات ہیں جس کی وجہ سے آج دنیائے عالم لرزہ براندام ہے، امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے تو جھپٹ کر کروناوائرس کی تخلیق چینیوں کا کارنامہ سرانجام دیا لیکن حال ہی میں چائنہ حکومت نے ٹرمپ کے اس الزام کو ثابت کرنے کیلئے بین الاقوامی سطح پر تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا ہے، جبکہ دوسری طرف تحقیق کرنے والے ماہرین نے کرونا کی پیدائش کا مجرم پینگولن نامی جانور کو قرار دیا تو کسی نے یہ الزام چمکاڈر کے سر تھونپا اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسرائیل میں واقع غار داود میں بیٹھے چند جادوگروں کا کام ہے جس کی سرپرستی اشاویلی نامی عورت کر رہی ہے، بہر حال کرونا کے بارے میں جتنی بھی قیاس آرائیاں اور وضاحتی معلومات فراہم کی جائیں پھر بھی احساس تشنگی باقی رہتی ہے، اس تناظر میں کئی سوالات جنم لیتے ہیں کہ کرونا قدرتی آفات میں سے ہے یا کسی کفری عنادی دشمن یعنی یہودی سُپر پاور گورنمنٹ کے قیام کیلئے خواب دیکھنے والوں کی کارستانی کا شاخسانہ ہے؟ کیونکہ کرونا کی بہ نسبت دنیا میں سینکڑوں ایسی خطرناک بیماریاں پائی جاتی ہیں کہ جو مہلک ہونے کیساتھ ساتھ شرمناک تاریخی پس منظر کی بھی حامل ہیں، مثلاً ایڈز جیسی بیماری جو کہ بازاری مرد و زن کے باہمی ملاپ کے نتیجے میں لاحق ہوتی ہے، علاوہ ازیں کالا یرقان،

سرطان، ٹوبر کلوز وغیرہ مشہور بیماریوں نے کئی ہنستے بستے خاندانوں کو برباد کر کے رکھ دیا ہے، لیکن بین الاقوامی سطح پر ان جیسی بیماریوں کے خلاف اتنی بڑی مقدار میں پروپیگنڈا نہیں چلایا جاتا جتنا کہ پولیو اور کرونا کے خلاف عالمی سطح پر چلایا جارہا ہے۔

ان سوالات کے تسلی بخش جوابات کو ڈھونڈنے کیلئے سب سے پہلے بین الاقوامی سطح پر خفیہ ہاتھوں، کچھ اداروں، اشخاص اور افراد کے بیانات کا جائزہ لینا ہوگا کہ دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی قدرتی افرادی قوت کو کس طرح محدود کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے؟ اول یہ کہ ”بڑھتی آبادی مسائل کو بڑھائے گی“ کی سوچ کے تحت 1973ء سے اقوام متحدہ نے آبادی کے کنٹرول کو ایک عالمی پالیسی بنانا شروع کیا، اس بڑھتی ہوئی آبادی کو کنٹرول کرنے کیلئے ”خاندانی منصوبہ بندی“ کے نام سے مختلف اداروں کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں ہر مرد و عورت کو بچے کم پیدا کرنے کے مختلف طریقے اور مانع حمل ادویات کا استعمال کرایا جاتا ہے، اس غرض کے تحت اربوں ڈالرز کے خرچ و مصارف سے دریغ نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ آج خاندانی منصوبہ بندی مہم کو باقاعدہ ایک عالمی ادارہ صحت کے طور پر تسلیم کیا جارہا ہے۔ بڑھتی آبادی مسائل کو بڑھائے گی کا فارمولا سامنے رکھ کر انسداد پولیو مہم بھی اسی قبیل سے ہے، کیونکہ سرکاری سطح پر پولیو ویکسین منظوری بل اینڈ ملینڈا اجلاس میں مائیکرو سافٹ کے بانی اور یہودی رازدار بل گیٹس نامی ارب پتی نے خصوصیت کے ساتھ دو باتوں کا ذکر کیا۔ اول یہ کہ دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کنٹرول کرنا از حد ضروری ہے، دوم یہ کہ وہ پولیو ویکسین مہم میں ایک جاپانی کمپنی کو قریبا چار کروڑ ڈالر چندہ جمع کرائے گا۔ دوسری جانب اسلامی نظریاتی طبیب ماہرین کے نزدیک بندوق، فوج اور پولیس کی طاقت پر بچوں کو پلائے جانے والے پولیو قطروں میں کچھ ایسے مواد شامل ہیں کہ جسے پی کر بچہ مقررہ وقت سے پہلے بالغ ہو کر نتیجتاً مردانہ قوت کے لحاظ سے کمزور اور زیادہ بچے پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے، اگرچہ بظاہر پولیو ویکسین کے موجد جاپانی کمپنی دیگر سازشوں کی طرح اِن حقائق کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ آبادی کو کنٹرول کرنے کیلئے پولیو ویکسین کا کردار اب صیغہ راز نہیں۔

کرونا یا کوویڈ-19 کے تاریخی پس منظر کا اگر جائزہ لیا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اسی سازش کی ایک کڑی ہے، کیونکہ یہ کوئی نئی جراثیمی بیماری نہیں بلکہ کم و بیش 1960ء کے ابتدائی عشرہ میں سکاٹ لینڈ کی رہنے والی جون المیڈا نامی لیڈی ڈاکٹر نے سینٹ ٹوماس نامی لیبارٹری تجربہ گاہ میں کشف کیا تھا اور پھر باقاعدہ اس لیڈی ڈاکٹر نے مذکورہ جراثیم کی تصاویر بھی جاری کی تھیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ کوویڈ-19 جراثیم کو دریافت کر کے کسی جگہ محفوظ اور مناسب طریقے سے چھپا کر رکھ دیا گیا تھا، تاکہ بوقت ضرورت اسے ایٹم بم کی طرح استعمال کیا جاسکے، خصوصاً مسلمانوں کے خلاف، یہ بھی واضح رہے کہ مائیکرو سافٹ کے بانی بل گیٹس جو اب بھی بقید حیات ہے نے سال 2015ء میں ایک تقریر کے دوران خبردار کیا تھا کہ انسانیت کو سب سے بڑا خطرہ جوہری جنگ سے نہیں بلکہ کسی وبائی وائرس سے لاحق ہے جو کروڑوں افراد کے لیے جان لیوا بن جائے گا، بل گیٹس کی یہ ویڈیو تقریر بھی دستیاب ہے۔ پھر 2018ء میں کرونا جراثیم سے متعلق دوبارہ پیش گوئی کرتے ہوئے اس کا کہنا تھا کہ زمانہ قریب میں ایک ایسا وائرس آئے گا جو خطرناک وباء کی صورت اختیار کرلے گا، اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس وباء کے پھیلنے کی صورت میں اگر ملک لاک ڈاؤن کرے تو سب کچھ نارمل ہو جائے گا، گویا موصوف کو اس سے راہ نجات پانے کا بھی علم تھا، بل گیٹس کا یہ کہنا صاف بتارہا ہے کہ یہ خطرناک وباء چند دنوں میں لاکھوں انسانوں کو فناء کردے گا اور واقعاً ایسا ہی ہوا کہ تادم تحریر چین، جاپان، امریکہ، برطانیہ، اٹلی ایران وغیرہ میں اموات کی شرح تقریباً پچاس فیصد سے کچھ کم ہے۔

کفری دنیا کی مسلمانوں سے پکی دشمنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس یقین کیساتھ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس جراثیم سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں تھا تو کوویڈ-19 جراثیمی بیماری سے بچنے اور سدباب کیلئے کسی دواء کا انتظام کیوں نہیں کیا گیا؟ حالانکہ جدید سائنس اور ٹکنالوجی کے بنیادی مقاصد یہی ظاہر کئے جاتے ہیں کہ یہ تمام تر تگ و دو انسانی زندگی کو سہولیات فراہم کرنا اور مہلک حادثات سے بچانا ہے۔ ہمارے کہنے کے مطابق یہ بات سچ ثابت ہو رہی ہے کہ کوویڈ-19 کو گذشتہ کئی سالوں سے مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کی نیت سے محفوظ رکھا گیا تھا، اب جبکہ کوویڈ-19 نے چائنہ کی پُر رونق مارکیٹوں سے نکلنے کے بعد کامیابی کی منازل طے کیئے اور خلاف توقع برعکس کارروائی شروع کی تو بزبان حال کفار اس کو اپنی بد قسمتی کا نام ہی دے سکتے ہیں کہ ہم نے بنائے تھے دوسروں کو برباد کرنے کیلئے، پر کیا ہوا؟ خود لینے کے دینے پڑے۔

یقیناً اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے، اب جتنے روہانسے چہرے بناؤ اور رومال پر رومال بھگوتے رہو، مگر توبہ کئے بغیر نجات ناممکن ہے۔





اسلام اور نیشنل ازم

(تیسرا حصہ)

عفان صدیقی

اب ہم اس پر بات کریں گے کہ آیا نیشنل ازم یعنی قوم پرستی کے نظریے کی اسلام میں کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس کو جاننا اس لئے بھی ضروری ہے کہ آج کل کفار تو کیا بہت سے مسلمان بھی قومیت اور وطنیت کے نعرے لگاتے اور اس کے دعوے دار ہیں، بہت سے اپنے آپ کو نیشنلسٹ کہتے ہیں حتیٰ کہ بہت سے لوگ اس کو ثواب بھی سمجھتے ہیں اور اس کو عزت اور وقار کا ذریعہ بھی۔ عربی اپنے عرب ہونے میں فخر محسوس کرتا ہے، ترکی اپنے ترک ہونے میں عزت محسوس کرتا ہے، کردی اپنے کرد ہونے کو باعثِ شرف سمجھتا ہے، پشتون اپنی پشتو پر جان دیتا ہے تو پنجابی خود کو دوسری اقوام پر فائق سمجھتا ہے، غرض یہ سب اپنی قومیت کو عزت اور افتخار کی چیز سمجھتے ہیں۔

بعض لوگ اپنے قومی نعرے کی تقویت کے لئے اسلام اور نیشنل ازم کے درمیان تعلق بیان کرنے کے لئے مختلف ذرائع بھی استعمال کرتے ہیں، اس کے لئے سیمینار اور جلسے کئے جاتے ہیں، رسائل چھاپے جاتے ہیں، کتابیں لکھی جاتی ہیں وغیرہ، جس کی وجہ سے ہمارے وہ سادہ لوح مسلمان جن کی اسلامی معلومات اور علم سرسری ہوتا ہے، دھوکہ کھا جاتے ہیں اور ان قوم پرستوں کی تقویت کا باعث بنتے ہیں۔ اسلام میں نیشنل ازم کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس کے لئے ہمیں سب سے پہلے نیشنل ازم کی وہ تعریف دیکھنی چاہیے جو کہ نیشنلسٹ فلاسفروں نے کی ہے:

"اپنی قوم کو سب سے بہتر سمجھنا اور دوسری قوموں پر قیادت کا حق اپنے لئے خاص سمجھنا"۔

یعنی ہر قوم خود کو بہترین قوم کہے، اور وہ بھی کسی خاص صفت کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ یہ میری قوم ہے، اس لئے نہ کہ اس میں علماء ہیں، علم ہے، یا وہ سید ہیں، رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہیں، یا اس میں شجاعت ہے، بہادری ہے، غیرتِ اسلامی ہے یا سخاوت و خاکساری ہے وغیرہ۔ پھر یہ ایک فطری بات ہے کہ جب خود کو بہترین قوم سمجھا جاتا ہے تو نتیجتاً قیادت و حکمرانی کا حق بھی اپنے لئے ہی خاص سمجھا جاتا ہے۔

نیشنل ازم نے بیسویں صدی میں ایک دین کی حیثیت اختیار کر لی تھی، پوری دنیا بشمول اسلامی دنیا میں اسے ایک تقدس اور عزت حاصل ہو گئی اور ہر چیز سے اسے مقدس سمجھا جانے لگا، قرآن، شریعت، نبی، احادیث، فقہ و علماء، اسلامی احکام، غرض ہر چیز پر نیشنل ازم یعنی قومیت کو ترجیح حاصل ہو گئی۔ ہر قوم نے اپنی قوم کا نعرہ بلند کیا اور اس کو افتخار اور عزت کا ذریعہ سمجھا، پھر اس گمراہی میں ایک اضافہ اور ترقی یہ ہوئی کہ ملک کی بنیاد پر قوموں نے جنم لیا، جیسے پاکستانی قوم، افغان قوم، ہندوستانی قوم، بنگالی قوم وغیرہ، یہ ایک قاعدہ ہے کہ گمراہی کی کوئی حد نہیں ہوتی، ایک گمراہی دوسری گمراہی کو جنم اور فروغ دیتی ہے۔ ملکی قومیت کے نظریے نے اندرونِ ملک علاقوں کی بنیاد پر قومیت کے نظریے اور ان میں تعصب اور نفرتوں کو پیدا کیا۔ پھر اس میں بھی بچی کچی کسر جمہوری نظام کی سیاسی پارٹیوں نے پوری کر دی اور مسلمانوں کو مختلف سیاسی فرقوں میں

بانٹ کر ان میں تفرقہ بھی پیدا کیا اور انہیں آپس میں دست و گریباں بھی کر دیا۔

دمشق میں عرب قوم پرستوں کے ریڈیو پر ہر روز یہ شعر دہرایا جاتا تھا: اُمنت بالبعث ربالاشریک لہ وبالعروبۃ دینالیس لہ ثانی (العیاذ باللہ) اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں "بعث" پارٹی پر ایمان لایا رب کے طور پر، یعنی میری پارٹی میرا رب ہے، ایسا رب کہ جس کے ساتھ میں کسی کو شریک نہیں کرتا، اس کی موجودگی میں میں کسی دوسرے کو نہیں مانتا، اس کے ہوتے ہوئے نہ میں قرآن کو مانتا ہوں، نہ نبی کو نہ اسلامی اخوت کو۔ "وبالعروبۃ دینا لیس لہ ثانی" یعنی عربیت میرا ایسا دین ہے کہ جس کے جیسا کوئی دوسرا دین نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میری پارٹی میرا رب ہے اور میری قوم میرا دین ہے۔

قوم پرستوں اور وطن پرستوں کا ہر جگہ یہی حال ہے، انہیں اپنی قوم اور پارٹی اللہ و رسول، قرآن و شریعت، دینی مقدسات اور حرمین شریفین سے بھی زیادہ محبوب اور مقدس ہوتی ہے۔ اپنی قوم اور مصالح کی خاطر وہ ہر چیز کا سودا کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں، جس پر ہم متحد ہیں، جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، کلمہ پڑھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، زکوۃ دیتا ہے، روزہ رکھتا ہے، حج کرتا ہے تو ایسا شخص دنیا میں کہیں بھی ہو ہم اسے مسلمان کہتے ہیں اور اسے اپنا بھائی سمجھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں)، یہ اخوت ان پانچ ارکان کی وجہ سے ہی ہے، سات سمندر پار ان پانچ ارکان پر ایمان رکھنے والا میرا بھائی ہے، نہ میرا اس سے خونی رشتہ ہے، نہ زمین میں میرا شریک ہے، نہ میرا ہم وطن ہے، نہ اقتصادی مصالح ہمارے مشترک ہیں، نہ ہماری تاریخ مشترک ہے، لیکن پھر بھی وہ میرا بھائی اس لئے ہے کیوں کہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ مؤمنین آپس میں بھائی ہیں، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مؤمنین ان پانچ ارکان میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں۔ جو شخص ان پانچ ارکان میں ہمارا شریک ہے تو وہ ہمارا بھائی ہے چاہے ان کے علاوہ اس کی ہر چیز مختلف ہو، رنگ و نسل، علاقہ و زبان، اقتصادی مصالح وغیرہ، لیکن پھر بھی وہ ہمارا بھائی ہے، کیوں کہ ہمیں اسلام نے بھائی بھائی بنایا ہے۔

نیشنل ازم کے پانچ ارکان:

اسی طرح نیشنل ازم، قوم پرستی کے ارکان بھی پانچ ہیں، قوم پرستوں اور نیشنلسٹوں کا اتحاد درجِ ذیل ان پانچ چیزوں کی بنیاد پر ہوتا ہے:

پہلا رکن: زبان

نیشنل ازم کا پہلا رکن زبان ہے۔ نیشنلسٹ کہتے ہیں کہ جو بھی میری زبان بولے گا وہ میرا بھائی ہے میری قوم ہے، چاہے وہ کافر ہو یا مرتد، منافق ہو یا زندیق، کمیونسٹ ہو یا دہریہ، یا اس کا کوئی بھی مذہب ہو، بس میری زبان اور قوم ہو تو میرا بھائی ہے اور مجھے اس کے مصالح کا خیال رکھنا چاہئے، اور جو بھی میری زبان و قوم کا نہ ہو تو اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اگر میری زبان اور قوم کا ہے تو چاہے کسی بھی دین سے اس کا تعلق ہو تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کا دفاع کروں، اس کے مصالح کا خیال رکھوں اور اس کے مقابلے میں کوئی مسلمان اگر نبی ﷺ کی اولاد میں سے بھی ہو تو بھی مجھے اپنا قومی بھائی محبوب ہونا چاہیے۔ غرض نیشنلسٹوں کا سب سے پہلا رکن زبان ہے۔

دوسرا رکن: وطن اور مٹی

یعنی اس وطن میں جو ہمارے ساتھ رہتا ہے وہ ہماری قوم میں شامل ہے اور میرا وطنی بھائی ہے اور جو بھی اس جغرافیائی حدود سے باہر رہتا ہو گا وہ میرا بھائی نہیں اور اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ پھر وطنی بھائی چاہے مسلمان ہو یا کافر، زندیق ہو یا منافق، نیشنلسٹ ہو یا کمیونسٹ یا اس کا کوئی دین ہو یا نہیں، وہ مقدس اور محترم شمار ہو گا، لیکن اس وطن سے باہر کوئی کلمہ گو متقی اور پرہیز گار مسلمان رہتا ہو تو وہ غیر ہے، اس کو اس وطن میں آنے کے لئے بھی ویزے کی ضرورت ہو گی، اس کے مقابلے میں ایک کافر ہم وطن زیادہ اہمیت اور احترام کا اہل ہو گا۔ اسلام و اسلامی شعائر اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے اگر کوئی مسلمان سرحد پار کر کے وطن میں داخل ہو جائے تو وہ خارجی دہشتگرد کہلاتا ہے۔ بشمول اسلامی ممالک دنیا

کے تمام مما لک میں نیشنل ازم کے نظریات عام ہیں اور عملی طور پر بھی نیشنل ازم نافذ ہے اور دین اور اسلام کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اکثر مسلمان غیر شعوری طور پر اس گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اسی لئے "پاکستان زندہ باد" کے نعرے جتنے لگائے جاتے ہیں، اتنے "اسلام زندہ باد" کے نعرے نہیں لگائے جاتے، چودہ اگست اور 23 مارچ کے موقع پر وطن پرستی پر جتنا خرچہ کیا جاتا ہے اتنا اسلام اور مسلمانوں پر نہیں کیا جاتا۔ وطن کی محبت کا پرچار اتنا کیا گیا ہے کہ یہ محبت اب پرستش بن چکی ہے۔ لیکن یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وطن اس وقت محترم اور محبوب ہوتا ہے کہ جب اس میں اسلام ہو، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے محبوب وطن مکہ مکرمہ سے ہجرت کی، حالانکہ وہاں بیت اللہ بھی موجود تھا، آپ ﷺ کا آبائی علاقہ تھا، ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا وطن تھا اور ان کے آثار وہاں موجود تھے، جبرئیل امین وہاں تشریف لاتے تھے، لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے وہاں سے ہجرت کی، صرف اس لئے کہ وہاں اسلام نہیں تھا۔ کافر ہم وطن وہاں اسلام پر عمل کرنے اور اس کے نفاذ کی اجازت نہیں دیتے تھے اس لئے اپنے محبوب وطن کو چھوڑا اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ کو اسلام کی دعوت چھوڑنے کے بدلے حکومت کی پیش کش بھی کی لیکن آپ ﷺ نے حکومت کی پیشکش کو بھی چھوڑا اور وطن کو بھی لیکن اسلام کو نہیں چھوڑا، قریش جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا:

"إن كنت تريد به ملكا ملّكناك علينا"

یعنی اگر آپ اس نبوت کے بدلے حکومت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا حاکم بنانے کے لئے تیار ہیں۔

"إن كنت تريد به سيادة سوّدناك علينا"

اگر آپ اس کے ذریعے قوم کا سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنانے کے لئے بھی تیار ہیں، ہم سب آپ سے بیعت کر لیں گے۔

"وإن كنت تريد مالا جمعنا لك من أموالنا حتى تكون أكثرنا مالا"

اور اگر مال جمع کرنا چاہتے ہو تو اتنا مال آپ کے لئے جمع کر دیں گے کہ پورے عرب میں اتنا مال کسی کے پاس نہیں ہو گا۔ اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اگر شادی کرنا چاہتے ہو تو ایسی خوبصورت عورت سے آپ کی شادی کرا دیں گے کہ اس سے خوبصورت عورت پورے عرب میں نہیں ملے گی۔

نبی ﷺ نے ان کی پیش کش سنی اور پھر تلاوت شروع کی اور فرمایا کہ میری دعوت اور میرا مطلوب یہ ہے لیکن جب انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو آپ ﷺ نے اپنے محبوب وطن کو بھی چھوڑ دیا، مال و جائیداد، رشتہ دار اور ہر چیز کو چھوڑ دیا اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، اور اپنے عمل سے اپنی امت کو یہ تعلیم دی کہ اگر وطن میں دین ہو تو وطن محترم اور مقدس ہے لیکن اگر اس میں دین نہ ہو تو پھر ہجرت محترم ہوتی ہے وطن نہیں، کیوں کہ مکہ مکرمہ سے زیادہ مقدس اور محترم جگہ کوئی اور نہیں لیکن پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے دین کی وجہ سے مکہ کو بھی چھوڑ دیا۔

ہجرت کے بارے میں ایک قاعدہ ہے کہ کمزور اور لاچار قومیں ہجرتیں نہیں کرتیں بلکہ غیرت مند اور شجاع و بہادر قومیں ہجرتیں کرتی ہیں۔ کمزور قومیں تو کہتی ہیں کہ جو بھی آجائے ہم اس کو جگہ دے دیں گے، چاہے کافر ہو یا مسلمان، اسلام نافذ کرے یا کفر، فحاشی و عریانی اور بے پردگی کو فروغ دے یا عفت و پاکدامنی کو، جس نے بھی ہمارے خلاف طاقت کا استعمال کیا ہم اس کے تابع ہو جائیں گے، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، وہ ہمیں صرف زندہ رہنے کا حق دیں تو باقی اپنا جو بھی کام کرے ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں۔ جبکہ غیرتمند قوم اپنی زمین اور وطن پر کسی اور کی حکومت نہیں قبول کرتیں، غیرتمند قومیں ہجرت کرتی ہیں اور بے غیرت قومیں ہجرت کو برا کہتی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سب سے افضل ترین شخصیات ہیں، انہوں نے اپنے علاقوں سے ہجرتیں کیں اور اپنے وطن کو چھوڑا ہے۔

سید نا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وقت کی تہذیب و تمدن کے مرکز

مصر کو، آباد دنیا کو چھوڑا، اس محل کو چھوڑا کہ جس میں پرورش پائی، سیناء، اردن و مدین کی صحراؤں میں جا کر بسے، صرف اس لئے کہ اپنے وطن مصر میں دین نہیں تھا، جب دین نہ ہو تو ایسے وطن کا کیا فائدہ؟ وطن تو اس وقت مقدس و محترم ہوتا ہے کہ جب اس میں دین ہو، دین نہ ہو تو ایسے وطن کے بارے میں انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کی سنت یہ ہے کہ ایسے وطن کو چھوڑنا ضروری ہے۔ ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام سمیت بہت سے انبیاء نے اپنا وطن چھوڑا۔

غرض یہ کہ وطن اور زمین دینِ نیشنل ازم کا دوسرا رکن ہے، نیشنلسٹ کہتے ہیں کہ جو میرے وطن و علاقے میں رہتا ہے وہ میرا اپنا ہے اور جو اس سے باہر ہے اس سے میرا کوئی تعلق نہیں، میں اگر انسانیت کے ناطے اس سے اچھا معاملہ کروں تو اچھا ہے ورنہ یہ مجھ پر لازم نہیں۔

تیسرا رکن: مشترک تاریخ

نیشنل ازم کا تیسرا رکن مشترک تاریخ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص تاریخ میں میرے ساتھ مشترک ہے وہ میرا بھائی ہے، چاہے وہ فی الحال کسی اور جگہ ہی کیوں نہ رہتا ہو، جیسا کہ آج کل پاکستان میں ہند کی قدیم تاریخ کہ جس میں ہندو اور سکھ حاکم تھے، اجاگر کرنے کی کوششیں جاری ہیں، لوگوں کے ذہن میں غیر شعوری طور پر یہ بٹھایا جا رہا ہے کہ اس خطے کے اصل حاکم ہندو اور سکھ تھے، اس مقصد کے حصول کے لئے مختلف ڈرامے اور فلمیں بنائی جاتی ہیں، کتابیں اور ناول لکھے جاتے ہیں، جس میں مشرک راجہ داہر اور رنجیت سنگھ کو ایک عظیم حکمران اور ہیرو کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اور اس کے مقابل میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ کو ایک ڈاکو اور قابض بتایا جاتا ہے، جو کہ تلوار کے زور پر لوگوں کو مسلمان کرتا تھا۔ اسی طرح "موئن جودڑو" کی قدیم فرسودہ نام نہاد تہذیب کو مختلف طریقوں سے اجاگر اور مشہور کرنے کی کوششیں جاتی ہیں۔ ایک ایسا کام کہ جس میں نہ لوگوں کا دنیوی کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی اخروی، اس پر کروڑوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔ صرف اس لئے تاکہ اس علاقے کی قبلِ اسلام تاریخ کو اجاگر کر کے لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ اس خطے کا اصل مذہب اسلام نہیں، اور اس کے اصل حاکم مسلمان نہیں، اسلام اور مسلمانوں نے تو یہاں بعد میں قبضہ جمایا ہے۔ چنانچہ پاکستانی نیشنلسٹوں کے مطابق پاکستانی قوم اور مشرک ہندوؤں کی تاریخ مشترک ہے اس لئے یہ دونوں ایک اور بھائی بھائی ہیں۔

چوتھا رکن: مشترکہ مصالح و فوائد

نیشنل ازم کا چوتھا رکن مشترکہ مصالح اور فوائد ہیں

پانچواں رکن: خون

نیشنل ازم کا پانچواں رکن خون ہے، یعنی جو کوئی بھی ایک خون اور ایک نسل سے ہو وہ بھائی ہے، چاہے دنیا کے کسی کونے میں اور کسی بھی علاقے میں رہتا ہو، اور چاہے وہ کسی بھی دین سے تعلق رکھتا ہو، یہودی ہو یا عیسائی، ہندو ہو یا سکھ، سیکولر دہریہ ہو یا منافق و زندیق، ان سب باتوں سے صرفِ نظر بس جو بھی ترکی النسل ہو تو وہ ترکی کا بھائی ہے چاہے اب وہ کسی بھی نام سے جانا جاتا ہو، جو بھی عربی النسل ہو تو عربی کا بھائی ہے چاہے وہ دنیا میں کہیں بھی رہتا ہو اور کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، کیوں کہ اس کی رگوں میں عرب کا خون ہے۔

یہ نیشنل ازم کے پانچ ارکان ہیں، آپ ملاحظہ کریں کہ اس میں دین اور عقیدہ نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دین ان ارکان میں کیوں نہیں ہے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ان میں دین شامل ہو جائے تو باقی تمام خود بخود ختم ہو جائیں گے، کیوں کہ یہ پانچوں دین کے منافی ہیں، دین انہیں قبول ہی نہیں کرتا، کیوں کہ دین تو مساوات کا درس دیتا ہے، یعنی مسلمان سب آپس میں برابر اور ایک ہیں، حجۃ الوداع کے خطبے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔

یہاں "لتفاضلوا" نہیں فرمایا کہ تم ایک دوسرے پر فضیلت حاصل کرو کہ میں فلاں قوم سے ہوں تو میں افضل ہوں بلکہ "لتعارفوا" فرمایا کہ بس ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔ اگر کوئی کہے کہ ہم عرب بہت بہادر و نڈر اور افضل قوم ہیں، صرف اس وجہ سے کہ ہم عرب ہیں تو یہ دعوی جاہلیت ہے اور گناہ ہے، اگر افغان خود کو افغانی ہونے کی وجہ سے افضل کہیں تو یہ دعوی جاہلیت اور گناہ ہے، اگر پاکستانی کہیں کہ ہم بہت افضل اور اونچی قوم ہیں، صرف اس وجہ سے کہ ہم پاکستانی ہیں تو یہ دعوی جاہلیت اور گناہ ہے۔

ہاں اگر عرب کی فضیلت اس لیے بیان کی جائے کہ رسول اللہ ﷺ عرب میں مبعوث ہوئے، قرآن عرب میں نازل ہوا اور عرب سے ہی اسلام دنیا میں پھیلا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ افغان قوم کی فضیلت اگر اس لئے بیان کی جائے کہ یہ ایک بہادر اور مجاہد قوم ہے، کفر کے سامنے کبھی نہیں جھکتے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر عرب کی فضیلت محض اس لیے بیان کی جائے کہ یہ عرب قوم ہے تو یہ ناجائز ہے، افغان کو اگر صرف اس لیے افضل کہا جائے کہ یہ افغان قوم ہے تو یہ ناجائز ہے، یہ جاہلیت کی دعوت ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے جاہلیت کی طرف دعوت کہا ہے۔

نیشنل ازم کے پانچ ارکان میں دین اس لئے بھی نہیں ہے کہ اس سے نیشنل ازم کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ مثلا عرب نیشنلسٹ کہتے ہیں کہ اگر میں دین کو اپنے ارکان میں شامل کر لوں تو وہ عربی عیسائی جو کہ قومی اعتبار سے عرب ہیں، عرب زمین پر رہتے ہیں، نسلا بھی عربی ہیں، ان کی تاریخ بھی عرب کے ساتھ مشترک ہے، ان کے مصالح و مفادات بھی ہمارے ساتھ مشترک ہیں، تو اگر میں اپنے آپ کو صرف اس لیے اس سے افضل سمجھوں کہ میں مسلمان ہوں اور وہ کافر عیسائی ہے تو اس طرح تو وہ میرا ساتھ نہیں دے گا۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ دین کو بالکل نکال ہی دینا چاہیے، ہاں جس کو دین کا شوق ہو تو وہ اپنی عبادت گاہ میں جا کر یا اپنے گھر میں یہ شوق پورا کر لے لیکن معاشرتی زندگی میں دین کی کوئی جگہ نہیں، کیوں کہ اگر دین کو جگہ دی جائے تو مسلمان خود کو دین کی وجہ سے عیسائی، یہودی، سیکولر اور بے دین سے افضل کہیں گے، اور دوسرے دین والے اس کو قبول نہیں کریں گے، وہ کہیں گے کہ اگر تم عرب ہو تو میں بھی عرب ہوں، تم بھی یہاں رہتے ہوں اور میں بھی، جو تمہاری تاریخ ہے وہی میری بھی ہے، ہمارے مصالح اور مفادات بھی مشترک ہیں تو پھر صرف دین کی وجہ سے تم خود کو کیسے افضل کہہ سکتے ہو یہ بات ہمیں قبول نہیں۔ دین ہمیں قومیت کی بنیاد پر متحد ہونے سے روکتا ہے اور ہمیں جدا جدا کرتا ہے، اس لئے دین کو صرف گھر اور عبادت گاہ تک ہی محدود رکھو اور معاشرے میں دین کے لئے کوئی جگہ نہیں ہونی چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ دین اور نیشنل ازم یا نظریہ قومیت ایک دوسرے کی ضد ہیں، یہ دونوں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر معاشرے میں دین ہو گا تو نیشنل ازم نہیں رہ سکتا، نیشنل ازم کو وجود دینے کے لئے دین کو معاشرے سے نکالنا پڑے گا۔

واخر دعوانا الحمد للّٰہ رب العالمین

"نظام خلافت" کے سقوط کے بعد آج عالم اسلام ہر لحاظ سے جس دگرگوں حالات سے دوچار ہے وہ کسی صاحب بصیرت سے مخفی نہیں، نظام خلافت کے سقوط سے آج امت مسلمہ کا وجود بے معنی ہو کر رہ چکا ہے، ذیل میں ہم نظام خلافت کے سقوط کے ضمن میں عالم اسلام کے تن نازک پر لاحق ہونے والے نقصانات کا جائزہ لیں گے۔ **واللّٰہ الموفق وھوالمستعان**

اسلامی نظام کی معدومیت کے نقصانات



ابو محمد عثمانی

مرکزِ وحدت کا خاتمہ:

نظام خلافت مسلمانوں کی وحدت و مرکزیت کا ایک اہم مقام ہوتا ہے، مسلمان دنیا کے مختلف خطوں میں بٹے ہوئے ہونے کے باوجود ایک نظام کے تحت زندگی گذار رہے ہوتے ہیں، ان کی تہذیب و ثقافت ایک جیسی ہوتی ہے، ان میں باہم اخوت و محبت کی فضا قائم رہتی ہے، اگر ایک علاقے میں کسی مسلمان کو کوئی اذیت پہنچتی ہے تو تمام مسلمان اپنے بھائی کی مدد کو پہنچ جاتے ہیں۔ ایک نظام، ایک خلیفہ، ایک فوج ہونے کی وجہ سے کفریہ طاقتیں مسلمانوں پر جارحیت کی جرأت نہیں کر پاتیں اور اس طرح مسلمان ان کی قتل و غارتگری اور سازشوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

نظام خلافت کے سقوط کے بعد مسلمانوں کی یہ وحدت و مرکزیت ختم ہوگئی، سامراجی طاقتوں نے انہیں مختلف علاقوں میں تقسیم در تقسیم کر دیا، جسکے نتیجے میں آج تک عالم اسلام باہم دست و گریباں ہے، یہاں تک کہ اب نام نہاد مسلمان حکمران کفار کے ایجنٹ بن چکے ہیں اور حال یہ ہے کہ امریکہ و یورپ مسلم ممالک کے تعاون سے اور ان کی فضاء، زمین اور سمندروں ہی سے مسلم ممالک کو اپنی جارحیت کا نشانہ بناتے ہیں، اور یہ حکمران بڑی خوشی سے ان کفار کیلئے اپنا کاندھا پیش کر رہے ہیں۔ **الامان والحفیظ**۔

اسلامی نظام کا تعطل:

"نظام خلافت" کے سقوط کا دوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ صدیوں سے نافذ اسلامی نظام معطل ہوگیا۔ اس کی جگہ مختلف مسلم ممالک میں کہیں جمہوریت ہے، تو کہیں شہنشاہیت، کہیں آمریت ہے تو کہیں سیکولرازم، الغرض کسی بھی مسلم ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ نہیں ہے اور نہ اسلامی تعلیمات پر مبنی معاشرے کا وجود ہے، اور اب تو مسلمانوں کے دل و دماغ سے خلافت کا تصور بھی مٹتا چلا جارہا ہے، حالانکہ اسلام ایک مکمل نظام حیات کا نام ہے، وہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں دین و دنیا کے تمام امور کے اصول موجود ہیں: سیاست، عدالت، اقتصاد، اجتماعیت، معاشرت، داخلہ و خارجہ امور، تہذیب و تمدن کے اصول وغیرہ یہ تمام اسلام کے نظام خلافت میں موجود ہیں اور صدیوں تک عملاً نافذ بھی رہے ہیں مگر افسوس کہ آج ان کا نام و نشان بھی نہیں۔

غلامی:

نظام خلافت کے سقوط سے ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ مسلمان سیاسی، عسکری، اقتصادی اور ذہنی و نظریاتی ہر لحاظ سے غلام بن گئے۔ سامراجی طاقتوں نے اسلامی سلطنتوں کے حصے بخرے کر کے آپس میں بانٹ دیا۔ کہیں ہالنڈی تو کہیں پرتگالی قابض ہوئے، کہیں فرانسیسوں نے اسلامی ملکوں پر شب خون مارا، تو کہیں برطانیہ نے "سونے کی چڑیا" کو قبضے میں لیا۔ خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد تو کوئی مسلمان خطہ بھی ان کی دست و برد سے محفوظ نہ رہا۔ ان طالع آزماؤں نے نہ صرف ان اسلامی ممالک کی اقتصادیات پر قبضہ کر کے یورپ میں صنعتی انقلاب برپا کیا، بلکہ مقبوضہ علاقوں میں عوام کو ہر طرح سے غلام بنانے کی باقاعدہ منصوبے کے تحت مہم بھی شروع کی۔

باطل نظریات کی اشاعت:

یہ فطری بات ہے کہ دنیا میں جس قوم کو سیاسی و عسکری غلبہ حاصل ہوتا ہے تو پوری دنیا میں اس کے افکار و نظریات کو تسلیم کیا جاتا اور اسے ہی حق مانا جاتا ہے۔ جب مسلمان سیاسی و عسکری طور پر دنیا پر غالب تھے تو ان کے افکار و نظریات اور اسلامی تعلیمات کا ہر سو چرچا تھا۔ پھر جب یورپین طاقتیں غالب ہوئیں تو انہوں نے مقبوضہ علاقوں میں اپنے باطل اور "انکار وحی" پر مشتمل اور اس سے متصادم نظریات کی خوب اشاعت کی۔ چنانچہ انہی کے نظریات قبول عام حاصل کرتے گئے اور آج حالت یہ ہے کہ مغرب کی طرف سے جو اعتدال پسندی، روشن خیالی، جمہوریت، رواداری "آزادیٔ اظہار رائے" جیسے نت نئے افکار پیش کئے جاتے ہیں اور پوری دنیا کے لوگ انہی کو معیارِ حق تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اول تو محکوم و غلام اقوام کی طرف سے کوئی نظریہ ہی نہیں پیش کیا جاتا اور اگر پیش کیا بھی جاتا ہے تو اس کی آواز "صدا بصحرا" ثابت ہوتی ہے اور مغربی افکار کے شور میں اس نحیف اور پست آواز پر کوئی کان نہیں دھرتا، چہ جائے کہ اسے قبول کیا جائے۔ الغرض اسلامی نظام کے معطل ہونے کی وجہ سے آج مسلم معاشروں میں مغربی افکار کا راج و سکہ جما ہوا نظر آتا ہے، مسلمان قوم اسلام کے مزاج اور شریعت کی روح سے ناواقف ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اسلام میں باطل نظاموں کی ملاوٹ:

اسلامی نظامِ خلافت کے سقوط کے بعد ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ جہاں اسلامی نظام کی عملی شکل موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسے ناقابل عمل سمجھا جانے لگا تو وہیں مغربی افکار و نظریات سے متاثر اسلامی مفکرین، تحریر اور تقریر اس بات پر زور دینے لگے کہ اسلام میں کمیونزم، سوشلزم اور جمہوریت موجود ہے، بلکہ اس بات کا تو بہت زیادہ پروپیگنڈا کیا جانے لگا کہ اسلامی نظام کا اہم اصول "شورائیت" اور جمہوریت، دونوں مترادف اور ایک ہی چیز ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے، حالانکہ جمہوریت اور شورائیت دو متوازی نظام ہیں۔

جمہوریت اور اسلام کا واضح فرق:

جمہوریت کی بنیاد "انسانی فکر" پر قائم جبکہ "شورائیت" وحی الٰہی پر مبنی اسلامی نظام کا بنیادی اصول ہے۔

جمہوریت کی تعریف اور اس کے اجزاء کو دیکھنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جمہوریت میں "حاکمیت"، "اقتدارِ اعلیٰ" اور "مطلق العنان حکمرانی" کا حق عوام کو حاصل ہے۔ یعنی ان کا ہر حکم قانون کی حیثیت رکھتا ہے، ان کو غیر محدود اختیارات حاصل ہیں، محکوم افراد ان کی غیر مشروط اطاعت پر مجبور ہیں اور اس کے برعکس اسلامی نظام میں حکومت اور قانون سازی کا اختیار اللہ تبارک و تعالیٰ کو حاصل ہے اور وہی "احکم الحاکمین" ہے اور پوری انسانیت اس کی محکوم ہے۔

إنِ الحُكمُ إلَّا لِلّٰه یعنی کہ حاکمیت صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے۔ اور شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا:

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری۔

حقیقی حاکم اللہ رب العزت کی ذات ہے اور "خلیفۃ المسلمین" اس حاکم حقیقی کا نائب ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلافت و جمہوریت دو متوازی نظام ہیں۔ اسلام کی رو سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسری ذات کو حاکم حقیقی سمجھنا اور اسے قانون سازی کا حق دینا سراسر گمراہی ہے۔ الغرض جمہوریت کی بنیاد غیر اسلامی نظریے پر قائم ہے اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں دین کی صحیح فہم نصیب فرمائے اور امت مسلمہ کو اپنے اہم دینی فریضے یعنی "اقامت دین" کی خاطر اٹھ کھڑے ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

و ما ذالک علی اللّٰه بعزیز

اسلامی نظام کی معدومیت کے نقصانات

ابو محمد عثمانی



گستاخیِ رسول، ہائے افسوس!

جرار محسود

علماء حق ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، ان کو یا تو شہید کیا جا رہا ہے یا جیل کی تاریکیوں سے ان کے جنازے اٹھائے جا رہے ہیں، تو کسی کو سر عام مجمع خلق میں روڈوں پر گھسیٹ کر ان کی آنکھیں نکالی جا رہی ہیں لیکن انبیاء کے حقیقی وارث پھر بھی حق پر تادم حیات ڈٹے رہتے ہیں

حال ہی میں ایک ویڈیو نظر سے گزری جس میں ایک عالم جمہوریت کے جواز کے دلائل گڑھ رہا ہے، اور گستاخِ رسول کے مرتکب کو اس دلیل پر چوٹ دے رہا تھا کہ ہمارے پاس قوت نہیں، مزید اپنے دلائل پر مہر ثبت کرنے کیلئے کہا کہ "ہم تمہارے دروازے پر آتے ہیں تو ووٹ کسی اور کے کھاتے میں ڈالتے ہو اسی وجہ سے قوت نہیں آتی" یعنی اپنی غلطی بھی عوام الناس کے سر تھوپ رہے ہیں، معلوم نہیں کہ وہ کس قوت کی بات کر رہے تھے، شاید کہ انہیں سمجھا دیا گیا ہو یا جان بوجھ کر لوگوں کو یہ تاثر دیتا ہے کہ ووٹ کے ذریعے ہم "وأعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ" اس فرمان باری تعالی کے مصداق بن رہے ہیں کہ قوت کی حتی الامکان مقدار کی تیاری میں مصروف ہیں کیونکہ سیاق و سباق سے تو یہی سمجھ آ رہا ہے، ایسا سمجھنا شاید قرآن کریم کی مذکورہ آیت کی تحریف کے ضمن شمار ہو

"ما استطعتم من قوۃ" قال ابوجعفر:

ما أطقتم أن تعدوه لهم من الألات التي تكون قوة لكم عليهم من السلاح والخيل

عن عقبة بن عامر الجهنى قال:

قرأ رسول صلى الله عليه وسلم على المنبر "وأعدا لهم مااستطعتم من قوة و من رباط الخيل" فقال: "ألاإن القوة، الرمي، ألا أن القوة الرمي " ثلاث مرات.

قال ابن عباس:

"القوة هاهنا السلاح والقسى" {جامع أحكام القرآن}

(من القوة): "اي، من الألات التي تكون لكم قوة عليهم من الخيل والسلاح {معالم التنزيل}

"وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة"

في المراد بالقوة اربعة اقوال:

الاول: أنها الرمي، رواه عقبة بن عامر عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و قال الحكم بن أبان: هي النبل

والثاني: ذكور الخيل، قاله عكرمة

والثالث: السلاح، قاله السدب وابن قتيبة

والرابع: أنه كل ما يتقوى به على حرب العدو من آلة الجهاد {زاد المسير}

یہ اوضح من النہار ہے کہ قوۃ کا تعلق باب الجہاد سے ہے، البتہ جہاد کے شعبہ جات زیادہ ہیں۔ جمہور کے ہاں وہ قوت جس طرح اور جیسی بھی ہو لیکن تقویت اور منفعت انہی درویشی گروہ کی جھولی میں پہنچ جائے اور بعض حضرات قوۃ سے مراد اسلحے اور قتال سے منسلک کو ہی شمار کرتے ہیں۔ جیسا بھی ہے لیکن تعلق تو جہاد اور مجاہدین سے ہی ہے، جو کہ داعی الی الحق ہے نہ کہ جمہوریت کے پجاریوں کیلئے، آخر میں بعض راسخون فی العلم کے اقوال گستاخ الرسول پر نقل کرنے پر ہی اکتفاء کرتا ہوں تاکہ عوام الناس کیلئے فیصلہ کرنے میں سرِ مُو تردد نہ ہو کہ علماء سوء اصل میں داعیان دین نہیں بلکہ داعیانِ جمہوریت ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جو ملعون اور موذی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اور سبّ و شتم کرے اس کے بارے میں مسلمانوں کے دل ٹھنڈے نہیں ہوتے جب تک کہ اس خبیث کو سخت سزا کے بعد قتل نہ کیا جائے یا سولی پر نہ لٹکایا جائے کیونکہ وہ اسی سزا کا مستحق ہے اور یہ سزا دوسروں کیلئے موجب عبرت ہے" {رسائل ابن عابدین ص ۳۴۷ ج ۱}

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

"امت کا اجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کرے اور سب و شتم کرے وہ واجب القتل ہے، ابو بکر ابن المنذر فرماتے ہیں کہ تمام اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ و شتم کرے اس کا قتل واجب ہے۔ امام مالک بن انس، امام لیث، امام احمد اور امام اسحٰق اسی کے قائل ہیں اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس طرح کا قول امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب سے اور امام ثوری سے اور اہل کوفہ سے اور امام اوزاعی سے شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید نے جب امام مالک رحمہ اللہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا تو امام مالک رحمہ اللہ فرمانے لگے:

"ما بقاء الأمة بعد شتم نبيها؟"

"اس امت کے باقی رہنے کا کیا جواز ہے جس کے نبی کو سب و شتم کا نشانہ بنا ڈالا جائے؟"
{کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، للقاضی عیاض المالکی}

اسلاف میں سے کسی نے بھی گستاخ رسول کیلئے مقدور شرطیں نہیں لگائیں چہ جائیکہ شرطیں بھی ایسی جو کہ جمہوریت کے میدان کیلئے (والعیاذ باللہ) اگر کوئی شخص باوجود دعوی ایمان کے معاذ اللہ کفر سے تبری اور بیزاری نہ ظاہر کرے تو وہ دو متضاد دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو داغ ارتداد سے پاک نہیں ہو سکتا ہے اور درحقیقت ایسا شخص منافق کے حکم میں ہے، نہ اِدھر نہ اُدھر۔ پس ایمان کے ثابت کرنے کیلئے کفر سے تبری اور بیزاری ضروری اور لابدی ہے جس کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ کم از کم دل سے بیزار ہو اور اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ قلب اور قالب یعنی زبان اور قلب اور ظاہر اور باطن دونوں سے کفر سے تبری اور بیزاری ظاہر کرے۔

{معارف القرآن، جلد ۱ صفحہ: ۵۴،۵۳} مؤلف مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ



جہاد پاکستان میں مصروف عمل مجاہدین کی کاری ضربیں

اگست تا ہنوز

5/اگست/2020ء

تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے دیر پائیں کی تحصیل جندول ثمر باغ اور شاہی کے مضافاتی علاقوں کے تقریباً آٹھ فوجی پوسٹوں پر بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس میں فوج کے پانچ کارندے ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔

6/اگست/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل لدھا کے علاقے بورائی میں فوج پر مائن دھماکہ ہوا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی ہلاک اور ایک زخمی ہوگیا۔

8/اگست/2020ء

باجوڑ ایجنسی کی تحصیل سلارزئی میں فوجی کیمپ پر میزائل داغے گئے جس میں متعدد فوجی ہلاک و زخمی ہوئے اور کیمپ کو جزوی طور پر تخریب کا نشانہ

بھی بنایا گیا۔

9/اگست/2020ء

شمالی وزیرستان کی تحصیل دتہ خیل کے علاقے شنغائی نارئی میں سامان لے جانے والے فوجیوں پر مائن بلاسٹ ہوا جس میں ایک فوجی مارا ہلاک ہو گیا۔

11/اگست/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل لدھا کے علاقے شمیر ائی، وانا روڈ پر فوجی گاڑی پر مبارک استشہادی حملہ ہوا جس میں تین فوجی ہلاک اور بریگیڈیئر عمار علی کئی ساتھیوں سمیت شدید زخمی ہو گیا۔

14/اگست/2020ء

شمالی اور جنوبی وزیرستان کے سرحدی علاقے شوال کے سیر نارائی میں گھات لگائے مجاہدین نے حملہ کر کے چار فوجیوں کو ڈھیر کر دیا اور اسی دوران مائن بلاسٹ کے ذریعے بھی تین فوجی ہلاک ہوئے۔

17/اگست/2020ء

جنوبی وزیرستان میں "لدھا قلعہ" پر چار عدد میزائل داغے جو قلعہ کے مین گیٹ پر جا لگے جس میں متعدد فوجی ہلاک و زخمی ہو گئے۔

18/اگست/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل لدھا کے علاقے آسمان پنگھہ میں جیمر لئے ایک فوجی کو مائن کے ذریعے اڑا دیا گیا۔

21/اگست/2020ء

باجوڑ ایجنسی میں انعام خور چینہ گئی کے علاقے میں جاسوسوں کے ایک بڑے سرغنہ ماصل ولد رؤوف اپنے گھر کے سامنے فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

25/اگست/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقے گبری سر میں ایک فوجی کو اسنائپر کے ذریعے نشانہ بنا کر ڈھیر کر دیا گیا۔

29/اگست/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقے چارمنگ ہلال خیل کے غونڈئی کیمپ پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین کے میزائل حملے میں کئی فوجی ہلاک و زخمی ہو گئے۔

30/اگست/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل لدھا کے علاقے گڑیوم میں گھات لگائے مجاہدین نے پیدل جاتے ہوئے فوجیوں پر حملہ کیا، جس میں دو آفیسرز سمیت گیارہ فوجی ہلاک ہوئے۔

31/اگست/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل مکین شاہ پنگا اور سرہ تیزہ کے علاقے میں مجاہدین نے فوج پر گھات لگا کر حملہ کیا جس کے نتیجے میں پانچ فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

یکم ستمبر/2020ء

ضلع لوئر دیر کی تحصیل میدان کے علاقے حیاسیرئی میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے گشت پر رواں پولیس موبائل کو نصب کردہ مائن کے ذریعے دھماکے کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں حوالدار طارق منیر سمیت متعدد پولیس اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے اور گاڑی تباہ ہو گئی۔

یکم ستمبر/2020ء

کراچی کے علاقے اورنگی ٹاؤن میں مؤمن آباد تھانے پر دستی بموں سے حملہ ہوا جس کے نتیجے میں متعدد پولیس اہلکار زخمی ہوئے جبکہ تھانے کو جزوی نقصان پہنچا۔

2/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی میں خفیہ اداروں کے آلہ کار شبیر کو مائن حملے کا نشانہ بنایا گیا۔

2/ستمبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کے علاقے لدھا میں پاکستانی فوج کے ایک اہلکار کو رستے میں نشانہ بنایا گیا۔

3/ستمبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کے علاقے شکتوئی، آنا خیل ستر اغز میں مجاہدینِ اسلام نے شریعت دشمن پاکستانی فوج پر مائن بلاسٹ کیا جس میں لیفٹننٹ ناصر، نائیک غفار، نائیک عمران اور سپاہی عثمان شدید زخمی ہو گئے۔

3/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقے غاخے کنڈؤ میں فوجیوں کیلئے سامان لے جانے والے ایک کارندے کو قتل کر دیا۔

3/ستمبر/2020ء

شمالی وزیرستان کی تحصیل میر علی کے گلشن اڈہ کے قریب فوج کے ایک پیدل گشت پر حملہ ہوا جس میں دو فوجی اہلکار ہلاک اور چار زخمی ہوئے۔

3/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کی تحصیل واڑہ ماموند کے علاقے بانڈہ گئی میں فوج کی گشتی پارٹی پر حملہ ہوا جس میں دو فوجی ہلاک اور دو زخمی ہوئے۔

11/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی میں چاچاگے کے مقام پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین کے اسنائپر حملے میں ایک فوجی ہلاک ہوا۔

12/ستمبر/2020ء

شمالی وزیرستان کی تحصیل دتہ خیل کے علاقے لانڈ ماد خیل میں فوجی قافلے کو مائن کا نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں دو فوجی اہلکار ہلاک ء اور ایک زخمی ہوا۔

12/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقے ڈابری میں نیڑئی سر کے مقام پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے فوج کے پوسٹوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی ہلاک ہوا اور دشمن کو مالی نقصان کا بھی سامنا کرنا پڑا۔

13/ستمبر/2020ء

تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے ایک ٹارگٹڈ آپریشن کے دوران پاکستان تحریک انصاف خیبر پختونخوا کے نائب صدر ملک طاہر اقبال کو کوٹیڑہ کے مقام پر فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔

14/ستمبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل مکین کے علاقہ سیر نارائی میں یک مشت دو عدد ریموٹ کنٹرول حملوں میں شریعت دشمن پاکستانی فوج کے ٹرک کو ہدف بنایا جو کہ نیچے کھائی میں جا گرا، نتیجتاً متعدد فوجی ہلاک و زخمی ہو گئے۔

15/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقے ہاشم سر، پٹہ بانڈہ کے مقام پر اسلام دشمن فوجی سنائپر شوٹر کے ہاتھوں ڈھیر ہو گیا۔

16/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی میں المازو ڈوب کے مقام پر فوج کی گشتی پارٹی پر حملہ ہوا جس میں دو فوجی ہلاک ہو گئے۔

17/ستمبر/2020ء

شمالی وزیرستان کی تحصیل میر علی میں مجاہدین نے ایک مائن کے ذریعے گشت پر چلتے فوجیوں کو نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں دو فوجی اہلکار ہلاک اور ایک زخمی ہو گیا۔

18/ستمبر/2020ء

کراچی کے ضلع کورنگی کے علاقے گودام چورنگی کے قریب مجاہدین نے عارف خان نامی پولیس اہلکار کو ٹارگٹ کر کے قتل کر دیا۔

19/ستمبر/2020ء

شمالی وزیرستان کی تحصیل سپلگہ میں تحریک طالبان پاکستان کے ٹارگٹ کلر دستے نے خفیہ اطلاع کی بنا پر ملٹری انٹیلیجنس (MI) کے دو اہلکاروں کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

19/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقے طوطیا کنڈو کے قریب گھات میں بیٹھے مجاہدین نے دو فوجی اہلکاروں کو قتل کر دیا۔

20/ستمبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل مکین کے لوارہ منگئی میں مجاہدین نے مائن کے ذریعے تین فوجیوں کو نشانہ بنایا، جو موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔

21/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے مقام سرکئی کنڈو میں دو فوجی اہلکاروں کو سنائپر کے ذریعے نشانہ بنا کر قتل کر دیا گیا۔

22/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقے چمر کنڈ میں سنائپر شوٹر کے ہاتھوں ایک فوجی ہلاک ہو گیا۔

24/ستمبر/2020ء

لوئر دیر کی تحصیل میدان کے علاقے بر جو گھٹ میں امن کمیٹی کے نام پر اسلام مخالف لشکر کے سربراہ خان بادشاہ کی گاڑی کو مائن کے ذریعے نشانہ بنایا گیا، حملے میں خان بادشاہ اپنے دو ساتھیوں سمیت زخمی ہوا اور ان کی گاڑی تخریب کا نشانہ بنی۔

24/ستمبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل لدھا کے گاؤں "سیگہ" میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے پیدل گشت پر چلتے فوجیوں کو فائرنگ کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں دو پاکستانی فوجی ہلاک ہو گئے۔

25/ستمبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کی تحصیل سالارزئی کے علاقے لیٹئی کنڈو میں اسلام

دشمن پاکستانی فوج کے کیمپ پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا ۔

2/اکتوبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی میں عملیات کیلئے جانے والے مجاہدین پر گھات میں بیٹھے فوجیوں نے فائرنگ کی تاہم مجاہدین محفوظ رہے اور جوابی فائرنگ میں تین فوجی زخمی ہو گئے ۔

4/اکتوبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقے غاخی میں سنائپر کے ذریعے ایک فوجی ڈھیر ہو گیا ۔

4/اکتوبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل تیارزہ کے علاقے ثمرباغ میں ڈیوٹی پر مامور ایک ایف سی اہلکار کو ٹارگٹ کیا گیا جو زخمی ہو گیا ۔

4/اکتوبر/2020ء

شمالی وزیرستان کی تحصیل میرعلی میں فوج کی گشتی پارٹی پر ریموٹ کنٹرول بم سے حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں 2 فوجی اہلکار ہلاک ہوئے ۔

4/اکتوبر/2020ء

تحصیل سپین وام میں فوج کی مزدہ گاڑی پر دھماکہ ہوا جس میں فوج کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا ۔

4/اکتوبر/2020ء

شمالی وزیرستان کی تحصیل میرانشاہ میں ایک جھڑپ کے دوران تین فوجی اہلکار موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ۔

8/اکتوبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کی تحصیل لوئی ماموند کے علاقے ترخو میں پیدل چلتے ناپاک فوج کے دو اہلکاروں پر مائن حملہ ہوا جس کے نتیجے میں دونوں ہلاک ہو گئے ۔

8/اکتوبر/2020ء

خیبر پختونخوا کے ضلع سوات کے علاقے کانجو میں تحریک طالبان پاکستان کے ٹارگٹ کلرز نے عابد نامی پولیس اہلکار کو گولی مار کر نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں پولیس اہلکار شدید زخمی ہو گیا ۔

9/اکتوبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کی وادی سرویک کے علاقے موی کڑم میں فوجی قافلے کو بم دھماکے کا نشانہ بنایا، جس میں ایک فوجی اہلکار ہلاک اور دو زخمی ہوئے ۔

9/اکتوبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل تیارزہ کے علاقے موی کڑم شراونگئی میں تحریک طالبان پاکستان کے جانباز مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں شریعت دشمن سیکیورٹی فورسز کے 7 کارندے ہلاک اور متعدد اہلکار زخمی ہوئے ۔

10/اکتوبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل مکین کے علاقے مانہ مندرہ میں ناپاک فوج کی چیک پوسٹ پر مجاہدین نے اس وقت حملہ کیا جب وہ چیک پوسٹ کے قریب گیٹ لگانے میں مصروف تھے، حملے میں 2 فوجی اہلکار موقع پر ہلاک اور 4 شدید زخمی ہوئے ۔

13/اکتوبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقے سلارزئی، لیٹئ کنڈو میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے تعارضی حملہ کیا، جس میں تنویر نامی حوالدار سمیت فوج کے متعدد کارندے ہلاک وہوئے ۔

13/اکتوبر/2020ء

خیبر پختونخوا کے ضلع بنوں کے تھانہ سٹی کی حدود میں کلیم اللہ نامی پولیس اہلکار کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا ۔

14/اکتوبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل شکتوئی میں ناپاک فوج پر تحریک طالبان پاکستان کے مائن ماسٹرز نے دو مقامات پر ریموٹ کنٹرول بموں کے ذریعے حملے کئے جس کے نتیجے میں کیپٹن سمیت دس اہلکار ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے ۔

16/اکتوبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی میں کٹ کوٹ ڈانڈے سر کے مقام پر سنائپر کارروائی میں ایک فوجی ہلاک ہو گیا ۔

16 اکتوبر 2020ء

باجوڑ ایجنسی کے تحصیل سلارزئی کے علاقہ لیٹئی کنڈو میں فوجی پوسٹ پر تعارضی حملے میں آفیسر سمیت 2 فوجی ہلاک ہوئے

19/اکتوبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کی تحصیل سلارزئی، طوطیانو کنڈو کے مقام پر ناپاک فوج کے ایک پوسٹ کے قریب پیدل جاتے ہوئے فوجیوں پر تحریک طالبان پاکستان

کے مجاہدین نے تعارضی حملہ کیا جس میں فوج کے 2 کارندے ہلاک ہوئے ۔

21/اکتوبر/2020ء

ضلع لوئر دیر کی تحصیل جندول کے مسکین سرکنڈو کے قریب ناپاک فوج کی پوسٹ پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے تعارضی حملہ کیا، جس کے نتیجے میں فوج کے 3 فوجی اہلکار ہلاک ہوئے ۔

22/اکتوبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کی تحصیل واڑہ ماموند کے علاقے گبری سر میں فوجی پوسٹوں پر تعارضی حملہ ہوا جس میں پانچ فوجی اہلکار ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے ۔

22/اکتوبر/2020ء

جنوبی وزیرستان کی تحصیل مکین سیر نرائی میں ناپاک فوج کے اہلکاروں پر تحریک طالبان پاکستان کے مائن ماسٹرز نے حملہ کیا جس کے نتیجے میں تین فوجی اہلکار ہلاک ہوئے ۔

24/اکتوبر/2020ء

تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے خفیہ اطلاع کی بنیاد پر کارروائی کرتے ہوئے شمالی وزیرستان کے علاقے خیسور میں شیر امان اللہ نامی فوج کے ایک جاسوس کو قتل کر دیا ۔

28/اکتوبر/2020ء

شمالی وزیرستان کی تحصیل سپین وام میں تحریک طالبان پاکستان کے مائن ماسٹرز نے ایف سی کے اہلکاروں کو بم حملے کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں متعدد اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے ۔

یکم نومبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقہ لوئی ماموند کمر سر میں تحریک طالبان پاکستان کی سنائپر شوٹر نے ناپاک فوج کے ایک کارندے کو قتل کر دیا ۔

یکم نومبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی ہی میں پیدل جاتے ہوئے فوجی اہلکاروں پر ایک اور حملہ ہوا، یہ حملہ مائن کے ذریعے کیا گیا جس میں دو فوجی اہلکار ہلاک ہوگئے ۔

3/نومبر/2020ء

بلوچستان کے ضلع ژوب کے علاقے خوسائی گھٹہ میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے فوجی پوسٹ پر رات گئے تعارضی حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چھ فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔ پوسٹ میں موجود فوجیوں کے زیر استعمال خیموں، 2عدد ایکسویٹر مشینری، 1عدد ٹریکٹر، 1عدد رولر، 1عدد مزدا گاڑی، 1عدد ٹویوٹا مال بردار گاڑی اور 2عدد ہیوی جرنیٹرز کو مکمل طور پر جلا کر راکھ کر دیا ۔

9/نومبر/2020ء

باجوڑ ایجنسی کے علاقے واڑہ ماموند گگے کنڈو کے مقام پر تحریک طالبان پاکستان کے سنائپر ماسٹرز نے ایک فوجی کو نشانہ بنا کر قتل کر دیا ۔

11/نومبر/2020ء

ضلع لوئر دیر کی تحصیل جندول کے مسکینے کنڈو پر تحریک طالبان پاکستان کے سنائپر شوٹ نے ایک فوجی اہلکار کو نشانہ بنا کر قتل کر دیا ۔

والحمد للہ علی کل ذا لک

UMAR MEDIA

القرآن والسنة!

الحمدللّٰه رب العٰلمين والصلوة والسلام على سيد المجاهدين.

أما بعد:

فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

أحسب الناس أن يتركوا أن يقولوا آمنا وهم لا يفتنون• {العنكبوت: 2}

ترجمہ: کیالوگوں نے یہ گمان کررکھاہے کہ وہ چھوڑدیئے جائیں گے، وہ کہیں گے کہ ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا؟

دنیامیں ہر مخلوق کا اپنا اپنا طرز زندگانی ہے اور ان کے اٹھنے بیٹھنے اور رہن سہن کیلئے کچھ قوانین ہیں، ان قوانین میں امتحان اور آزمائش کا ایک بہت بڑا پہلو ہوا کرتا ہے اگر امتحان میں کامیاب ہوا تو عزت ورنہ ذلت اور شرمندگی نصیب ہوتی ہے، مثال کے طور پر: شیر اور باز کا بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو اسے شکار سکھایا جاتا ہے، آخر میں ان کا امتحان ہوتا ہے اگر وہ پاس ہوگئے تو وہ ماں باپ سے راہیں جدا کرنے کے حقدار بن جاتے ہیں جسے وہ اپنی آزادی اور کامیابی سمجھتے ہیں۔ اور اسی طرح تعلیمی اداروں میں بھی طلباء کا امتحان لیا جاتا ہے جس میں ان کا کامیاب ہونا اس کے کیریئر کیلئے انتہائی ضروری ہوتا ہے، اگر وہ پاس ہوا تو آزاد اور کامیاب تصور کیا جاتا ہے ورنہ وہ ادارے میں بند اور کامیابی سے کئی قدم پیچھے تصور کیا جاتا ہے۔ اوپر ذکر کی گئی آیت مبارکہ میں اللہ رب ذوالجلال نے اسی بات کی وضاحت کی ہے کہ جو لوگ کہیں گے: "اٰمنّا" اور ان سے امتحان نہ لیا جائے، یہ نہیں ہوسکتا اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو وہ غلط سوچتا ہے، اس امتحان کا جو مقصد ہے وہ انتہائی ضروری ہے جسے اللہ تعالیٰ اسی آیت کے آگے ذکر فرماتے ہیں: "فلیعلمن اللہ الذین صدقوا و لیعمن الکاذبین" یعنی امتحان سے اللہ رب العزۃ اپنے بندوں میں سے سچوں اور جھوٹوں کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں، اور یہ ضروری امر ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ ہم سے جو امتحان لیا گیا ہے اس میں پاس کون ہوا ہے اور فیل کون؟ تاکہ پھر وہ انکے بارے میں کیے گئے فیصلوں پر دل و جان سے یقین کریں اور مکمل اطمئنان کا اظہار کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزۃ اپنے محبوب کو مخاطب کرکے پوچھ رہے ہیں کہ اے محمد! کیا آپ کے ساتھی یہ سوچتے ہیں کہ وہ مشرکین کی ایذاء رسانی (جو ایک امتحان ہے) سے نکل چکے ہیں؟ کیا ہم انہیں یہ کہنے پر کہ "ہم ایمان لائے ہیں اور ہم اسے سچ مانتے ہیں جو آپ لائے ہیں" چھوڑدیں گے؟ ہرگز نہیں! ہم انہیں آزمائش میں مبتلاء کریں گے تاکہ ان میں ست سچے اور جھوٹے سے پردہ اٹھ جائے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس امتحان سے مراد جانی و مالی امتحان ہے، یعنی اس امتحان میں ایمان والوں کی جانیں بھی جاسکتی ہیں اور وہ مال سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے، اور یہ رائیگاں نہیں جائے گا کیونکہ رب ذوالجلال نے بارہا یہ وضاحت فرمائی ہے کہ مسلمان کو اسکے مال و جان کے عوض نعمتوں اور راحتوں بھری جنت عطاء ہوگی۔ فرمان باری تعالی ہے:

إن اللّٰه اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة

یعنی اللہ تعالی مؤمنوں سے جان و مال خرید رہے ہیں کہ اس کے بدلے میں جنت ہے۔